بفیضانِ نظر: مفتی تقدس علی خاں * پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد * علامہ شمس الحسن شمس بریلوی محسنِ ادارہ: الحاج شفیع محمد قادری

بانیِ ادارہ: مولانا سید محمد ریاست علی قادری

مدیرِ اعلیٰ: صاحبزادہ سید وجاہت رسول قادری
مدیر: پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری
نائب مدیر: پروفیسر دلاور خاں

ISBN 978-969-9266-04-1

ماہنامہ معارفِ رضا کراچی

جلد: 33 شمارہ: 05

مئی ۲۰۱۳ء / جمادی الثانی ۱۴۳۴ھ

حُسنِ ترتیب

صفحہ	نگارشات	مضامین
02	پروفیسر دلاور خاں	صحابی ابن صحابی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ (اداریہ)
08	سید وجاہت رسول قادری	خطبۂ استقبالیہ امام احمد رضا کانفرنس ۲۰۱۳ء
12	صبا نور	اجارہ کی شرعی حیثیت اور جدید معاملات میں استعمال
16	صنوبر اقبال	عصر حاضر میں مصنوعی زیورات کا استعمال اور فتاویٰ رضویہ
20	فوزیہ عندلیب	تصوف کا مفہوم اور امام احمد رضا
23	سائرہ صدیقی	حدائق بخشش میں رضا بریلوی کی ایک فارسی نعت
28	طاہرہ سلطانہ	خامۂ رضا سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شان میں فارسی منقبت
30	محمد شاہ قادری فیاضی	فتح خیبر (۱۳۰۰ھ)
36	علامہ محمد حسن علی رضوی	حضرت صاحبزادہ فضل کریم، خدمات و کردار
40	ڈاکٹر محمد حسین مشاہد رضوی	کلیات حسن کی اشاعت ایک تاریخ ساز کارنامہ
44	رضوانہ سحر	۳۳ ویں سالانہ انٹرنیشنل امام احمد رضا کانفرنس
45		دور و نزدیک سے

ہدیہ فی شمارہ: 40 روپے
سالانہ: عام ڈاک سے: -/400 روپے رجسٹرڈ ڈاک سے: -/800 روپے
بیرونِ ممالک: 40 امریکی ڈالر سالانہ

نوٹ: رقم دستی یا منی آرڈر / بینک ڈرافٹ بنام "ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا" ارسال کریں، چیک قابلِ قبول نہیں۔
ادارہ کا اکاؤنٹ نمبر: کرنٹ اکاؤنٹ نمبر 45-5214۔ حبیب بینک لمیٹڈ، پریڈی اسٹریٹ برانچ، کراچی۔

ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا

25-جاپان مینشن، ریگل، صدر، جی پی او صدر، کراچی-74400، اسلامی جمہوریہ پاکستان۔
فون: 32725150-21-92+ فیکس: 32732369-21-92+
ای میل: imamahmadraza@gmail.com، ویب سائٹ: www.imamahmadraza.net

اپنی بات

صحابی ابنِ صحابی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ

پروفیسر دلاور خاں

آپ کا نام معاویہ کنیت ابو عبد الرحمٰن ہے آپ اپنے والد کی طرف سے پانچویں پشت میں اور ماں کی طرف سے پانچویں پشت میں حضور انور ﷺ سے مل جاتے ہیں۔ ہجرت سے کوئی پندرہ برس قبل پیدا ہوئے۔ فتح مکہ کے موقع پر ۲۳ برس کی عمر میں اپنے والد حضرت ابوسفیان اور دیگر افرادِ خاندان کے ساتھ مشرف بہ اسلام ہوئے۔ حضرت ام المومنین ام حبیبہ بنت ابی سفیان حضور اکرم ﷺ کی زوجہ محترمہ تھیں اس لہٰذا سے ان کی حضور سے دوسری قرابت داری تھی یعنی نسبی اور سسرالی، مفتی احمد یار خان نعیمی لکھتے ہیں امیر معاویہ نبی کریم ﷺ کے نسبی عزیز اور سسرالی قرابت دار ہیں لہٰذا جو آیات حضور کے اہلِ قرابت سے متعلق نازل ہوئیں ان سب میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ شامل ہیں اور حضور ﷺ نے جس قدر مراتب و درجات صحابہ کرام یا اپنے اہلِ قرابت کے بیان فرمائے ان سب میں بھی امیر معاویہ رضی اللہ عنہ شامل ہیں۔ (امیر معاویہ، ص ۴۳)

امام احمد ابن محمد قسطلانی نے شرح بخاری میں فرمایا کہ معاویہ ابنِ ابوسفیان حضور کے کاتب وحی رہے۔ (امیر معاویہ، ص ۴۴)

حضرت امیر معاویہ نے ۸ ہجری فتح مکہ کے وقت اسلام قبول کیا اور اس کے بعد سے آپ کا شمار کاتبین وحی میں ہوتا ہے۔ فتح مکہ سے لے کر آخری وقت تک یہ سورتیں مبارکہ نازل ہوئیں۔ ''الممتحنہ التغابن، الصف، الحجرات، التحرم، الحج، التوبہ، المائدہ، النصر''۔ (جمال مصطفےٰ، جلد چہارم)

یقیناً حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان طویل سورتوں کی کتابت کا فریضہ سرانجام دیا۔ اگر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر فسق و فجور کا شبہ کیا جائے تو امیر معاویہ کاتب وحی تھے لہٰذا شبہ ہوگا کہ نہ معلوم انہوں نے درست کتابت کی یا غلط۔ اسی طرح صحابی کو فاسق کہا جائے گا تو قرآن کی اپنی آیت مشکوک ہو جائے گی جو ان صحابی سے حاصل ہوئی غرض صحابہ کرام کے مومنِ صادق، امین، عادل، ثقہ ہونے پر قرآن کی حقانیت موقوف ہے۔ (امیر معاویہ، ص ۱۵)

حضرت امیر معاویہ کو یہ شرف حاصل ہے کہ آپ نے بڑے جلیل القدر صحابہ سے احادیث روایت کیں جو تمام محدثین نے قبول کیں اور اپنی کتب میں لکھیں اور بڑے بڑے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایات لیں اور احادیث نقل کیں خیال رہے کہ فاسق کی روایت ضعیف ہوتی ہے یعنی قابل قبول نہیں ہوتی۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ، عمر فاروق رضی اللہ عنہ، ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا وغیرہ ہم سے احادیث نقل کیں اور عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ، عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ، عبد اللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ، جریر ابن عبد اللہ رضی اللہ عنہ، معاویہ ابن خدیج رضی اللہ عنہ، سائب ابن یزید، نعمان بن بشیر، ابوسعید خدری، ابولامہ ابن سہل جیسے بزرگ وفقیہہ ومجتہدین صحابہ نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے احادیث روایت کیں اسی طرح حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے جبیر، ابوادریس خولانی، سعید بن مسیب، خالد بن معدان، ابوصالح سمّاں، ہمام بن عتبہ، عبد اللہ ابن حارث، قیس ابن ابی حازم جیسے جلیل القدر تابعین علماو فقہانے روایات حدیث لیں اور قبول کیں اگر امیر معاویہ میں فسق وظلم وغیرہ کا شائبہ بھی ہوتا تو یہ حضرات ان سے روایت حدیث نہ کرتے۔ امیر معاویہ کی مرویات کی تعداد ۱۶۳ ہے جن میں چار وہ ہیں جنہیں مسلم و بخاری دونوں نے روایت کیا ہے اور چار صرف بخاری اور پانچ صرف مسلم نے باقی احمد ابوداؤد، النسائی، بیہقی، طبرانی، ترمذی، مالک وغیرہ محدثین نے روایت فرمائیں۔ خیال کرنا چاہیے کہ امام بخاری و مسلم وہ بزرگ ہستیاں ہیں جو ذرا سے شبہ فسق کی بنا پر روایت نہیں لیتے ان بزرگوں کا امیر معاویہ کی روایت کو قبول فرمالینا باعلان بتا رہا ہے کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ان کو نگاہ میں متقی، عادل، ثقہ، قابل روایت ہیں۔ (ایضاً، ص ۵۰)

ضیاء الامت پیر محمد کرم شاہ الازہری رضی اللہ عنہ لکھتے ہیں کہ: ''سب سے پہلے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے انہیں شام کا والی بنایا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں بحال رکھا پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانے میں شام کے گورنر رہے پھر بیش سال آپ کو شام کی امارت نصیب ہوئی حضرت سیدنا امام

حسن رضی اللہ عنہ نے آپ کے حق میں خلافت سے دستبردار ہونے کا اعلان کیا اور اس وقت حضرت امیر معاویہ ساری مملکت اسلامیہ کے خلیفہ قرار پائے اور تمام لوگوں نے ان سے بیعت کی۔ (ضیاء النبی، جلد پنجم، ص۷۸۰)

حضرت امیر معاویہ کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ آپ نے چالیس سال تک اسلامی مملکت دفاع اور وسعت دینے کا لازوال فریضہ سرانجام دیا۔ قلات، قندھار، قیقان، مکران، سیستان، سمرضند، ستر مذ، کابل، شمالی افریقہ، جذیرہ اور ڈلس وغیرہ جیسے علاقوں میں امیر معاویہ نے فتوحات سے اسلام کے جھنڈے گاڑے اور اسلام کا بول بالا کیا۔ آپ نے بیت المال قائم کیا، فوجیں تیار کیں، بحری بیڑے بنوائے، قلعے تعمیر کرائے، پولیس کے نظام کو ترقی دی، خبر رسائی کا محکمہ قائم کیا۔ سرکاری دفاتر قائم کئے، نہریں کھدوائیں، اسلامی شہر آباد کیے، مجاہدین کے بچوں کے وظائف مقرر کیے زمینوں کے مال و جائیداد کی حفاظت کی، جہاز سازی کے کارخانے قائم کئے مردم شماری کا محکمہ قائم کیا۔

شارح بخاری مفتی شریف الحق امجدی لکھتے ہیں:

"باتفاق اہلِ سنت حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ صحابی ہیں انہیں برا کہنے والا اہلِ سنّت سے خارج گمراہ بددین ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (فتاویٰ شارح بخاری، کتاب العقائد، ص۳۲)

مفتی احمد یار خان نعیمی لکھتے ہیں:

یہ (کتاب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ) ان لوگوں کی گفتگو ہے جو اپنے کو صحیح العقیدہ راسخ الاعتقاد سچا اور پکا مسلمان سمجھ کر امیر معاویہ سے متنفر ہیں۔ غور کرو کہ امیر معاویہ کے بغض کی بیماری کس طرح ایمان کا خاتمہ کر دیتی ہے اور اگر اس میں زایدہ بحث کی جائے تو پھر نہ صحابہ طعن سے بچتے ہیں نہ اہلِ بیت۔ بلکہ پھر نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت دل میں رہتی ہے نہ قرآن کریم کا وقار۔ (امیر معاویہ، صفحہ نمبر ۸)

آپ مزید فرماتے ہیں: "خیال رہے کہ اس (کتاب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ) میں ان سنی حضرات سے خطاب ہے جو کچھ غلط فہمیوں کی بناپر امیر معاویہ سے بدل ہیں ان کی عظمت کے انکاری ہیں شیعہ حضرات سے اس مسئلے پر گفتگو کرنا ایسا ہی بے کار ہے جیسے غیر مسلم سے نماز، وضو کے مسائل پر مناظرہ کرنا۔ (ایضا، ص۸)

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو برا کون ملیں گے، یا رافضی یا وہ سنی جو روافض کی صحبت میں رہ کر یا ان کی کتب دیکھ کر اپنے ایمان کی دولت برباد کر چکے۔ ربِ تعالیٰ ہر مسلمان کا ایمان اس زمانے کی ہواؤں سے محفوظ رکھے۔ (ایضاً، ۱۱۷)

امام سوادِ اعظم اہلِ سنّت احمد رضا محدث حنفی کا مؤقف:

اہلِ سنّت کے نزدیک امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خطا خطاءِ اجتہادی تھی، اجتہاد پر طعن جائز نہیں۔ خطاءِ اجتہادی دو قسم ہے: نمبر(۱) مقرر، (۲) منکر۔ مقرر وہ جس کے صاحب کو اُس پر برقرار رکھا جائے گا اور اُس سے تعرض نہ کیا جائے گا، جیسے حنفیہ کے نزدیک شافعی المذہب مقتدی کا امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھنا۔ اور منکر وہ جس پر انکار کیا جائے گا جبکہ اس کے سبب کوئی فتنہ پیدا ہوتا ہو جیسے اجلہ اصحاب جمل رضی اللہ تعالیٰ عنہم کہ قطعی جنتی ہیں اور ان کی خطا یقیناً اجتہادی جس میں کسی نام سنیت لینے والے کو محلِ لب کشائی نہیں، بااینہمہ اس پر انکار لازم تھا جیسا امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے کیا باقی مشاجراتِ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں مداخلت حرام ہے، حدیث میں ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اذا ذکر اصحابی فامسکوا۔

ترجمہ: جب میرے صحابہ کا ذکر آئے تو زبان روکو

دوسری حدیث میں ہے فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

ستکون لاصحابی بعدی زلۃ یغفرھا اللہ لھم لسابقتھم ثم یاتی من بعد ھم قوم یکبھم اللہ علی مناخرھم فی النار۔

ترجمہ: قریب ہے کہ میرے اصحاب سے کچھ لغزش ہوگئی جسے اللہ بخش دے گا اس سابقہ کے سبب جو ان کو میری سرکار میں ہے، پھر اُن

کے بعد کچھ لوگ آئیں گے جن کو اللہ تعالیٰ ناک کے بل جہنم میں اوندھا کر دے گا۔

یہ وہ ہیں جو ان لغزشوں کے سبب صحابہ پر طعن کریں گے، اللہ عزوجل نے تمام صحابۂ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآنِ عظیم میں دو قسم کیا: (۱) مومنین قبل فتح مکّہ۔ (۲) مومنین بعد فتح۔ اول کو دوم پر تفضیل دی اور صاف فرمادیا: وکلاوعد اللہ الحسنیٰ سب سے اللہ نے بھلائی کا وعدہ فرمالیا اور ساتھ ہی اُن کے افعال کی تفتیش کرنے والوں کا منہ بند فرمادیا: و اللہ بما تعملون خبیر اللہ خوب جانتا ہے جو کچھ تم کرنے والے ہو۔ یابنہمہ وہ تم سب سے بھلائی کا وعدہ فرماچکا پھر دوسرا کون ہے کہ ان میں سے کسی کی بات پر طعن کرے، واللہ الھادی، واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲)۔ بے شک امام مجتبیٰ رضی اللہ عنہ نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو خلافت سپرد فرمائی اور اس سے صلح وبندشِ جنگ مقصود تھی اور یہ صلح و تفویضِ خلافت اللہ ورسول کی پسند سے ہوئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امام حسن کو گود میں لے کر فرمایا تھا:

ان ابنی ھذا اسید ولعل اللہ ان یصلح بہ بین فئتین عظیمتین من المسلمین

ترجمہ: میرا یہ بیٹا سیّد ہے میں امید کرتا ہوں کہ اللہ اس کے سبب سے مسلمانوں کے دو بڑے گروہوں میں صلح کرادیگا۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اگر خلافت کے اہل نہ ہوتے تو امام مجتبیٰ ہرگز انہیں تفویض نہ فرماتے نہ اللہ و رسول اسے جائز رکھتے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (فتاویٰ رضوی، جلد ۲۹، ص ۳۳۵)

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اجلّۂ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم سے ہیں۔ صحیح ترمذی شریف میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے دُعا فرمائی:

اللھم اجعلہ ھادیا مھدیا واھد بہ

ترجمہ: الٰہی! اسے راہ نما راہ یاب کر اور اس کے ذریعہ سے لوگوں کو ہدایت دے۔

صحابۂ کرام میں کسی کو کافر بے دین نہ کہے گا مگر کافر بے دین یا گمراہ بددین۔ عزیز جبار واحد قہار جل وعلا نے صحابۂ کرام کو دو قسم کیا ایک وہ کہ قبل مکہ جنھوں نے راہِ خدا میں خرچ و قتال کیا دوسرے وہ جنھوں نے بعد فتح پھر فرمادیا کہ دونوں فریق سے اللہ عزوجل نے بھلائی کا وعدہ فرمایا اور ساتھ ہی فرمادیا کہ اللہ کو تمہارے کاموں کی خوب خبر ہے کہ تم کیا کیا کرنے والے ہو یابنہمہ اس نے تم سب سے حُسنیٰ کا وعدہ فرمایا۔ یہاں قرآن عظیم نے اُن دریدہ دہنوں، بیباکوں، بے ادب، ناپاکوں کے منہ میں پتّھر دے دیا جو صحابۂ کرام کے افعال سے اُن پر طعن چاہتے ہیں وہ بشرطِ صحت اللہ عزوجل کو معلوم تھے پھر بھی اُن سب سے حُسنیٰ کا وعدہ فرمایا، تو اب جو معترض ہے اللہ واحد قہار پر معترض ہے جنت و مدارج عالیہ اس معترض کے ہاتھ میں نہیں اللہ عزوجل کے ہاتھ ہیں۔ معترض اپنا سر کھاتا رہے گا اور اللہ نے جو حُسنیٰ کا وعدہ اُن سے فرمایا ہے ضرور پورا فرمائے گا اور معترض جہنّم میں سزا پائے گا وہ آیۂ کریمہ یہ ہے:

لَا یَسْتَوِیْ مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَ قٰتَلَ اُولٰٓىٕكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِیْنَ اَنْفَقُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَ قٰتَلُوْا وَ كُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ (سُوْرَةُ الْحَدِیْد، آیت ۱۰)

ترجمہ: اے محبوب کے صحابیو! تم میں برابر نہیں وہ جنھوں نے فتح سے پہلے خرچ و قتال کیا وہ رتبے میں بعد والوں سے بڑے ہیں، اور دونوں فریق سے اللہ نے حُسنیٰ کا وعدہ کرلیا، اور اللہ خوب جانتا ہے جو کچھ تم کرنے والے ہو۔

اب جن کے لیے اللہ کا وعدہ حُسنیٰ کا ہولیا اُن کا حال بھی قرآن عظیم سے سُنئے:

اِنَّ الَّذِیْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰۤى اُولٰٓىٕكَ عَنْهَا مُبْعَدُوْنَ ۙ لَا یَسْمَعُوْنَ حَسِیْسَهَا وَ هُمْ فِیْ مَا اشْتَهَتْ اَنْفُسُهُمْ خٰلِدُوْنَ ۚ لَا یَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ الْاَكْبَرُ وَ تَتَلَقّٰىهُمُ الْمَلٰٓىٕكَةُ هٰذَا یَوْمُكُمُ الَّذِیْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ۔ (سُوْرَةُ الْاَنْبِیَآء، آیت ۱۰۱ تا ۱۰۳)

ترجمہ: بے شک جن کے لیے ہمارا وعدہ حُسنیٰ کا ہوچکا وہ جہنم سے دور رکھے گئے ہیں اس کی بھنک تک نہ سُنیں گے اور ہمیشہ اپنی من مانتی مرادوں میں رہیں گے وہ بڑی گھبراہٹ قیامت کی ہلچل انھیں غم نہ دے گی اور فرشتے ان کا استقبال کریں گے یہ کہتے ہوئے کہ یہ ہے تمھارا وہ

دن جس کا تمھیں وعدہ دیا جاتا تھا۔

یہ ہے جمیع صحابہ کرام سیّد الانام علیہ و علیہم الصلوٰۃ والسلام کے لیے قرآن کریم کی شہادت، امیر المومنین مولیٰ المسلمین علی مرتضیٰ مشکل کشا کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم قسم اول میں ہیں جن کو فرمایا: اولئک اعظم درجۃ۔ ان کے مرتبے قسم دوم والوں سے بڑے ہیں اور امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم قسم دوم میں ہیں، اور حسنٰی کا وعدہ اور یہ تمام بشارتیں سب کو شامل۔ ولہذا امیر المومنین مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ابن عساکر کی حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

تکون لاصحابی زلّۃ یغفرھا اللہ لھم لسابقتھم معی ثم یاتی قوم بعدھم یکبھم اللہ علی مناخرھم فی النار۔

ترجمہ: میرے اصحاب سے لغزش ہوگی جسے اللہ عزوجل معاف فرمائے گا اُس سابقہ کے سبب جو ان کو میری بارگاہ میں ہے پھر اُن کے بعد کچھ لوگ آئیں گے کہ انھیں اللہ تعالیٰ اُن کے منہ کے بل جہنم میں اوندھا کرے گا۔

یہ ہیں وہ کہ صحابہ کی لغزشوں پر گرفت کرنے گے، ولہذا علامہ شہاب خفاجی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے نسیم الریاض شرح شفاءِ امام قاضی عیاض میں فرمایا:

ومن یکون یطعن فی معٰویۃ فذاك کلب من کلاب الھاویۃ

جو امیر معاویہ پر طعن کرے وہ جہنم کے کتّوں سے ایک کُتا ہے۔

واللہ یقول الحق ویھدی السبیل (اور اللہ تعالیٰ سچ فرماتا ہے اور سیدھے راستے کی طرف ہدایت دیتا ہے۔ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔ (فتاویٰ رضویہ، جلد ۲۹، ص ۲۷۹)

جنگِ جمل و صفین میں حق بدست حق پرست امیر المومنین علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ تھے مگر حضرات صحابہ کرام مخالفین کی خطا، خطائے اجتہادی تھی جس کی وجہ سے ان پر طعن سخت حرام، ان کی نسبت کوئی کلمہ اس سے زائد گستاخی کا نکالنا بے شک رفض ہے اور خروج از دائرۂ اہلِ سنّت۔ جو کسی صحابی کی شان میں کلمۂ طعن وتوہین کہے، انہیں بُرا جانے، فاسق مانے، ان میں سے کسی سے بغض رکھے مطلقاً رافضی ہے۔ (فتاویٰ رضویہ، جلد ۲۹، ۶۱۵)

امام اہلسنّت احمد رضا محدث حنفی فرماتے ہیں:

ایک صحابی حضرت عابس ابن ربیعہ رضی اللہ عنہ کی شباہت (یعنی صورت) کچھ کچھ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم سے ملتی تھی جب وہ تشریف لاتے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ تخت سے سروقد (یعنی تعظیماسیدھے) کھڑے ہو جاتے۔ (ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت، حصّہ سوم، ص ۳۷۷)

جب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کا وقت آیا تو انہوں نے وصیت کی مجھے کفن میں وہ کرتہ پہنایا جائے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے والد کو دیا تھا اور یہ کرتہ سب کپڑوں سے نیچے بدن سے ملا ہوا رہے اور ان کے پاس رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ناخنوں کا تراشہ تھا۔ اس کے متعلق انہوں نے وصیت کی کہ گھس کر میری آنکھوں میں اور منہ میں چھیر دیا جائے جب ان کی وفات کا وقت آگیا تو کہنے لگے کاش میں قریش کا ایک شخص ہوتا کہ "ذِی طویٰ" میں رہتا اور خلافت میں بالکل دخل نہ دیتا یہی شان تھی جس نے رسولِ خدا کے جسم اقدس کو مس کیا تھا منہ اور آنکھوں میں وہ چیزیں مخلوط ہو گئیں تھی جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بدن مبارک سے جدا ہوئیں تھیں۔

مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ: امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات ۴/رجب ۶۰ھ میں مقام دمشق میں ہوئی۔

دیوبندیوں کے معروف عالم محمد یوسف لدھیانوی لکھتے ہیں:

تمام لوگوں کا اس پر اتفاق ہے ان کی وفات دمشق میں ہوئی اور مشہور یہ ہے کہ وفات چوتھی رجب ۶۰ھ میں ہوئی۔ (مناقبِ حضرت معاویہ، ص ۳۰۸، بحوالہ تطہیر الجنان)

دیوبندیوں کے دوسرے عالم مفتی تقی عثمانی لکھتے ہیں:

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا مرض بڑھتا گیا یہاں تک کے دمشق کے مقام پر وسط رجب ۶۰ھ میں علم، حلم اور تدبر کا یہ آفتاب ہمیشہ کے لیے غروب ہو گیا۔ (حضرت معاویہ، ص۲۹۶، بحوالہ انٹرنیٹ)

حضرت علامہ عبد الرحمٰن بن خلدون لکھتے ہیں:

امیر معاویہ کا انتقال وسط رجب ۶۰ ہجری میں ہوا۔ (تاریخ ابن خلدون، حصہ دوم، ص۶۷)

علامہ ابنِ اثیر لکھتے ہیں:

حضرت معاویہ کا انتقال نصف رجب کو ہوا (خلافتِ بنو امیہ، حصّہ اول، ص۱۰۴)

گستاخ صحابہ و اہلِ بیت اپنی پوری تاریخ میں جھانک کر بتائیں کہ اس مجرمانہ حرکت سے انہوں نے دین و ملت کو کون سی خدمت سرانجام دی جس سے عالم اسلام مضبوط ہوا ہو۔ یا اس قسم کی ناپاک جسارت سے انتشار کی فضا پیدا کر کے بالواسطہ طاغوتی طاقتوں کو اسلام کے خلاف ہتھیار فراہم کیا ہے؟ گستاخی صحابہ و اہلِ بیت کا دوسرا منفی پہلو یہ ہے اور جس کا مشاہدہ بھی کیا جا سکتا ہے کہ بغض صحابہ و اہلِ بیت کی سلمہ خاصیت ہے کہ ایسے افرادِ حب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی دولت سے محروم دکھائی دیتے ہیں۔ دوسرے الفاظ میں یہ ایک اٹل حقیقت ہے کہ بغض صحابہ و اہلِ بیت اور حُبِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے دعوے قیامت تک ایک نہیں ہو سکتے جب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا فطری تقاضا ہے صحابہ و اہلِ بیت کی محبت سے اپنے قلوب کو منور کیا جائے جن مومن کا دِل اس عظیم اور پرنور کیفیت کا حامل ہو گا۔ اسی کے دِل میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے انوار و تجلیات کی جلوہ گری ہو گی۔ روز قیامت شافعِ امت اسی کی شفاعت فرمائیں گے جس کے دل حبِ صحابہ و اہلِ بیت سے سرشار ہوں گے۔ گستاخِ صحابہ و اہلِ بیت کی دامن مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں کوئی گنجائش نہیں۔

تاریخ نہ تو عقیدے کا ماخذ ہے اور نہ ہی تاریخی واقعات پر مناظرے کا تقاضا کرتے ہیں۔ تاریخ کے مطالعہ کا فلسفہ اور مقصد صرف یہ ہے کہ اس کے مثبت اور منفی پہلوؤں کو بہتر سے بہتر بنایا جائے اور تاریخ کے منفی پہلو سے بچا جائے اور وہ غلطیاں نہ دھرائی جائیں جو تاریخ کا حصہ بن چکی ہیں اگر اس نظریے سے مسلم تاریخ کا مطالعہ کیا جائے تو امتِ مسلمہ کے کئی زندہ مسائل حل ہو سکتے ہیں۔

ناصبیوں اور رافضیوں سے گذارش ہے کہ تاریخِ اسلام کا مطالعہ صرف صحابہ و اہلِ بیت تک محدود نہیں بلکہ چودہ سو سال سے زائد عرصے پر محیط ہے اگر ان میں دین کی خدمت کی ذرا سی بھی رمق باقی ہے تو ناموسِ صحابہ و اہلِ بیت کے خلاف جو بھی تاریخی مواد ہے اسے حرف غلط سمجھا جائے اور اس اصول پر کاربند ہو کر اسلام کی وسیع تاریخ کے مثبت اور منفی پہلوؤں پر نقد و نظر کا میدان کھلا ہے لیکن، اس طرف ان کی طبعیت مائل نہیں ہوتی جس سے قوم کی خدمت ہو سکتی ہے۔

صحابہ و اہلِ بیت رضی اللہ عنہم سواد اعظم اہلِ سنّت کی عقیدت و محبت کا محور اور نمونہ تقلید ہیں۔ عالم اسلام پر ان نفوس قدسیہ کے احسانات کو صبح قیامت تک بھی فراموش نہیں کیا جا سکتا۔ وہ مردہ قومیں ہیں جو اپنے محسنین کے احسانات کو فراموش کر دیتی ہیں۔ دنیا کا کوئی ولی، محدث، فقیہہ اور مورخ ان نفوس قدسیہ کے گھوڑوں کی ٹاپ کی گرد کے برابر بھی نہیں۔ صحابہ و اہلِ بیت رضی اللہ عنہم سے محبت امت مسلمہ کی وحدت کی علامت ہے۔ اس وحدت اجتماعیت کو قائم رکھنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔ سواد اعظم اہلِ سنّت و جماعت کا مسلمہ اصول ہے کہ مشاجرات صحابہ کی تاویل کی جائے گی اور جہاں تاویل ممکن نہ ہو تو ایسی روایت کو ترک کر دیا جائے گا اور ان معاملات میں مکمل سکوت اختیار کیا جائے گا اور کسی پر بھی طعن سے مطلق گریز کیا جائے گا۔ کسی بھی محدث، فقیہہ اور مورخ کی وہ تحقیق و تحریر جس سے عظمت صحابہ و اہلِ بیت رضی اللہ عنہم پر حرف آتا ہو۔ سنی اصول اور غیرت حمیت کا تقاضا ہے ایسی تحریر و تحقیق کو شانِ صحابہ و اہلِ بیت پر قربان کر کے اپنے ایمان کو آلودگی سے پاک رکھا جائے۔ پوری دنیا کی تمام عظمتیں ان پر نثار کرنا ہی سوادِ اعظم اہلِ سنت کا طرہ امتیاز ہے۔ یہی عقیدہ اور طرز عمل امت مسلمہ اور خاص کر سواد اعظم اہلِ سنّت کی وحدت قائم رکھنے اور دشمنانِ اسلام کو مایوس کرنے کے مترادف ہے۔

خطرات کے پیش نظر ناسمجھ بچوں کو جس کام سے منع کیا جائے۔ وہ اسی خطرناک کام کرنے میں دلچسپی لیتے ہیں۔ جب وہ کسی حادثے کا شکار

ہوتے ہیں تو روتے ہوئے اپنے والدین کی طرف لپکتے ہیں۔ اسی طفلانہ ذہنیت کے حامل کچھ دانش مند حضرات آپ کو ملیں گے جنہیں سوادِ اعظم اہلِ سنّت کے اکابرین مشاجرات صحابہ میں بحث ومباحثہ سے گریز کرنے کی تعلیم دیتے ہیں۔ ان کے منع کرنے کے باوجود وہ اسی طفلانہ روش کے اسیر ہو کر وکیلانہ کردار ادا کرنا ہی اپنی قابلیت کے اظہار کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔ ایسے ناعاقبت اندیش محققین اور بچوں کے نتائج میں صرف اتنا فرق ہے کہ ممنوعات میں مداخلت سے بچوں کا نقصان ہوتا جبکہ دوسری طرف محققین کی مشاجرات صحابہ میں مداخلت سے امت کی وحدت کو نقصان پہنچتا ہے اور ان کی نفس پرستی سے اسلام دشمن قوتوں کو تقویت ملتی ہے۔

عصر حاضر میں سوادِ اعظم اہلِ سنّت کے ہر فرد کی ذمہ داری ہے کہ وہ بلا تخصیص اسے لوگوں سے لاتعلق اور بے زاری کا اظہار کریں۔ جن کی تحریر وصحبت سے گستاخی صحابہ واہلِ بیت کی بو آتی ہو۔ جب صحابہ واہلِ بیت کے جھنڈے تلے اکھٹے ہو کر اپنے اتحاد اور طرزِ عمل سے ان کے منہ پر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے پتھر رکھ کر تحفظ ناموس صحابہ واہلِ بیت کا فریضہ سرانجام دیا جاسکتا ہے۔ یہاں بات بھی ذہن نشین رہے کہ اہلِ سنّت کے اصولی مؤقف کو قانونی تحفظ حاصل ہے گستاخی صحابہ واہلِ بیت تعزیراتِ پاکستان کے تحت دست اندازی پولیس اور قابل سزا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ گستاخ صحابہ واہلِ بیت نہ صرف اسلام کے مجرم ہیں بلکہ اسلامی جمہوریہ پاکستان کے بھی مجرم ہیں بعض لوگ گستاخی صحابہ واہلِ بیت کرتے ہیں جب ان کی گرفت کی جاتی ہے تو کہتے ہیں کہ فلاں فلاں کتاب میں یہ بات درج ہے ہم نے اپنی طرف سے کوئی بات نہیں کی یاد رکھیئے! کہ ان کا یہ حربہ انہیں قانونی گرفت سے نہیں بچا سکتا کیوں کہ اشتعال انگریزی تعزیرات پاکستان کے تحت جرم ہے اور اس قسم کی تحریر کی اشاعت اشتعال انگریزی کا سبب ہے۔

المختصر

۱۔ کوئی صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کی گستاخی کو اپنا عقیدہ بنائے وہ ناصی ہو گا سنی نہیں۔
۲۔ کوئی اہلِ بیت رضی اللہ عنہ کی گستاخی کو اپنا عقیدہ بنائے وہ رافضی ہو گا سنی نہیں۔
۳۔ سنی اور گستاخ صحابہ واہلِ بیت کبھی بھی ایک نہیں ہوسکتے۔
۴۔ سنیوں کا طرہ امتیاز حب صحابہ واہلِ بیت رضی اللہ عنہ ہے۔
۵۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کے تذکرے اور تقریر میں اہلِ بیت کا تذکرہ شامل کیا جائے۔
۶۔ تذکرہ اہلِ بیت کے ساتھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کے ذکر خیر کو بھی شامل کیا جائے۔
۷۔ مشترکہ روشانِ صحابہ واہلِ بیت سے متعلق سیمینار اور کانفرنسز کا انعقاد کیا جائے۔
۸۔ سال میں کم از کم ”شانِ صحابہ واہلِ بیت“ کا اہتمام کیا جائے۔
۹۔ عظمتِ صحابہ واہلِ بیت کو درس نظامی کے نصاب میں شامل کیا جائے۔
۱۰۔ ”عظمت صحابہ واہلِ بیت“ کے عنوان سے جرائد جاری کیے جائیں۔
۱۱۔ ادارے، مساجد اور مدارس کے نام مشترکہ طور پر رکھے جائیں۔ مثلاً مدرسہ حضرت عثمان وعلی رضی اللہ عنہ، مدرسہ حضرت فاطمہ وعائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما، ادارہ حضرت علی ومعاویہ رضی اللہ عنہ وغیرہ۔

***

خطبۂ استقبالیہ امام احمد رضا کانفرنس ۲۰۱۳ء

صاحبزادہ سید وجاہت رسول قادری

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہٗ ونصلّی ونسلّم علی رسولہ النبی الکریم الامین ﷺ

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمٰٓؤُا (سُوْرَۃُ فَاطِر، آیت ۲۸) اللہ سے اس کے بندوں میں وہی ڈرتے ہیں جو علم والے ہیں ابو قلابہ اسی آیت کی مزید تشریح میں فرماتے ہیں کہ علماء تین قسم کے ہیں: ایک وہ جنہوں نے علم سے زندگی حاصل کی، دوسرے وہ جن کے علم سے دوسروں نے زندگی پائی مگر خود انہوں نے نہ پائی، اور تیسرے وہ جنہوں نے اپنے علم سے خود بھی زندگی پائی اور مخلوق نے بھی پائی۔

اسی تیسری قسم کے صوفیائے عظام اور علماء کرام نے برصغیر پاک و ہند و بنگلہ دیش کے ظُلمت کدوں کو نورِ اسلام اور اس کے عطا کردہ علم نافع کے نور سے منوّر کیا اور اپنے قول و عمل سے سیدِ عالم، معلم کائنات ﷺ کا اُسوۂ حَسَنہ لوگوں کے سامنے پیش کیا اور لوگوں کے دلوں کو موہ لیا۔ انہی اولیاءِ کرام رَحْمَۃُ اللّٰہ عَلَیہِم کی بے لوث اور مخلصانہ سعی و کاوش کا ثمرہ تھا کہ برصغیر میں اتنی بڑی تعداد میں خلقِ خدا مُشَرَّف بہ اسلام ہوئی، تقریباً ایک ہزار سال تک اس خطۂ ارض پر مسلمانوں کی حکمرانی رہی اور انہی ذواتِ قدسیہ کی برکتوں سے بیسویں صدی کے وسط میں پاکستان جیسی اسلامی مملکتِ خداداد مَعرضِ وجود میں آئی۔

اسی سلسلۃُ الذّہَب کی آخری کڑی، شیخ الاسلام والمسلمین، اعلیٰ حضرت، مفتی اعظم امام احمد رضا، حنفی، قادری، برکاتی (مُتَوَلَّد ۱۸۵۶ء، مُتوفّی ۱۹۲۰ء) کی ذاتِ ستودہ صفات تھی۔ جن کو علماء عرب و عجم نے عبقری عصر، فریدِ امّت اور مجدّدِ دین و ملّت کے خطابات سے یاد کیا ہے۔ ایسے یگانۂ روزگار مبلغ اسلام، عالم بے بدل اور ایک ہزار سے زیادہ کتب کے مصنف کی سوانح و تعلیمات، افکار و نظریات اس کی غیر مطبوعہ و مخزونہ گرانمایہ تصانیف سے عوام، بالخصوص، جدید تعلیم یافتہ طبقہ کو ملکی اور عالمی سطح پر روشناس کرانا در حقیقت اس عظیم نَبَوی مشن اور حیات آفریں تعلیمات کو زندہ رکھنا ہے جو امام احمد رضا کو صحابۂ کرام، تابعین کرام، تبع تابعینِ عظام اور آئمۂ کرامانِ اُمّت کی معرفت پہنچا ہے۔

؎ سرچشمۂ آن زِساقیِ کوثر پُرس

اسی تقدس مشن کے ابلاغ جس کے لیے ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا (ٹرسٹ) گذشتہ ۳۳ر برسوں سے بڑے اخلاص کے ساتھ سرگرم عمل ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ استقامت اور خلوص کے ساتھ ایسے وسائل بھی پردۂ غیب سے عطا فرمادے کہ ہم عزم صمیم کے ساتھ اس نیک مشن کو تا صبح قیامت جاری رکھ سکیں آمین!

حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی حنفی قادری رحمۃ اللہ علیہ دراصل دورِ حاضر میں برصغیر کے خطّہ میں قافلۂ علم و حکمت اور شریعت و طریقت کے سرخیل اور امام تھے۔

آپ تعلیم و تعلم اور تصوّف کے حوالے سے اس منفرد، جامع اور خوشگوار روحانی نظام کے علمبردار تھے جس کی بنیاد حضرت غوثِ اعظم سید عبدالقادری جیلانی، حضرت داتا گنج بخش علی بن عثمان ہجویری، حضرت خواجہ غریب نواز معین الدین چشتی اجمیری محققِ علی الاطلاق حضرت شیخ عبدالحق محدث دھلوی، حضرت مجدد الف ثانی رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم اور ان جیسے دیگر سلف صالحین (علیہم الرحمۃ) نے رکھی، جس سے عوام خواص اور خواص الخواص کو زندگی کے ارفع مقاصد سے آشنائی اور خود آگاہی کی دولت گرانبہا میسر آئی۔

آج قومی اور بین الاقوامی سطح پر کانٹے کے بدلے کانٹے بونے کا

عمل جاری ہے جس کی وجہ سے انتہا پسندی اور تشدّد پرستی کے عوامل کھل کر سامنے آئے ہیں اور اس سے سب سے زیادہ نقصان مسلمانوں اور بالخصوص پاکستان کے مسلمانوں کا ہورہا ہے۔ حضرت امام احمد رضا مسلمانانِ عالم کو اپنے اس قول کے ساتھ اصلاحِ احوال کی طرف متوجہ فرمارہے ہیں: "نرمی میں جو حکمت وبرکت ہے وہ تشدّد پسندی میں نہیں۔"

آج دنیا کے تمام مسائل اسی تشدّد اور معاشی ناہمواری کی وجہ سے ہیں جس مرض کی تشخیص امام احمد رضا اپنی نگارشات میں کرچکے ہیں اور اس سے پرہیز اور علاج کا طریقہ بھی تجویز کرچکے ہیں اس دورِ پرفتن میں امام احمد رضا حنفی قادری رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت ایک ایسے شجر سایہ دار کی ہے جو اپنی پناہ میں دم لینے والوں پر زندگی کے حقائق منکشف کرنے کے ساتھ راحت وطمانیت کے انمول لمحات بھی بہم پہنچاتا ہے جس سے فکر وعمل کے نہ صرف نئے دروا ہوتے ہیں بلکہ اس کی خوابیدہ حرَکی قوت کے لیے مہمیز کا کام بھی کرتا ہے۔

امام احمد رضا کانفرنس کے موقع پر معارف رضا سالنامہ کا اردو، انگریزی اور عربی زبان میں اجراء اور مجلّہ امام احمد رضا کانفرنس کی اشاعت امام صاحب کی پاکیزہ حیات و افکار اور تعلیمات و مشن کے خصوصی ابلاغ کا ذریعہ ہے جس میں نامور محقق علما واسکالرز کے تحقیق و تدقیق کے اعلیٰ معیار پر اترنے والے مقالے شاملِ اشاعت ہوتے ہیں۔ اس کا اصل مقصد امام احمد رضا کے اس حقیقی پیغام کو عام کرنا ہے جس کا بنیادی اور مرکزی نکتہ "عشق و اتباعِ رسول برحق صلی اللہ علیہ وسلم" ہے۔ جنہوں نے امام احمد رضا کی تعلیمات کا مطالعہ کیا ہے، وہ اس بات پر شاہد عادل ہیں کہ وہ قلوب کے طبیب اور محبتوں کے امین تھے وہ صوفیائے کرام کے اس مقولے کے داعی تھے کہ مریض نہیں بلکہ مرض سے نفرت کرنی چاہئے۔

امام احمد رضا اپنے تعلیمی نظریات و افکار میں حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کے اس نظریہ کے داعی تھے:

مأأکثر العلمَ وَمَا اوسعه
من ذالذی یقدرأن یّجمعه
ان کنت لابدّله طالباً
محاولاً فالتمس أنفعه

یعنی علم کی کثرت و وسعت کا کیا ٹھکانہ، کون اسے جمع کرسکتا ہے اور جب علم حاصل ہی کرنا ہے تو زیادہ سے زیادہ مفید علم کی تلاش کرو۔ معروف ماہرِ تعلیم جناب ڈاکٹر سلیم اللہ جندران صاحب نے امام احمد رضا علیہ الرحمۃ کے تعلیمی نظریات و افکار پر ایک بھرپور تحقیقی مقالہ لکھا ہے جس میں مندرجہ بالا موضوع کے حوالے سے جامع بحث کی گئی ہے پرانا معقولہ ہے کہ جیّد عالم وہ ہے جو اپنی بہترین مسموعات لکھتا ہے، اپنی بہترین مکتوبات حفظ کرتا ہے اور اپنی بہترین محفوظات روایت کرتا ہے یہ معقولہ امام احمد رضا کی عبقری شخصیت پر حرف بہ حرف صادق آتا ہے ان کی تمام منثور و منظوم تحریرات اس پر گواہ ہیں۔ امام احمد رضا نے یوں تو ہزار سے زیادہ چھوٹے بڑے رسائل وکتب تحریر کیے ہیں لیکن ان کی شخصیت کو جس چیز نے عالمی سطح پر متعارف کرایا اور دوام بخشا ہے وہ ان کی تین معرکۃ الآرا نگارشات ہیں:

(۱) ۱۲ ضخیم جلدوں (اور جدید حواشی کے ساتھ ۳۰ ضخیم جلدوں) پر مشتمل مجموعہ فتاویٰ بعنوان "العطایاالنّبویہّ فی الفتاویٰ الرضویہ"۔
(۲) اردو ترجمہ قرآن، کنزالایمان، اور
(۳) حدائقِ بخشش کے نام سے آپ کا نعتیہ دیوان (اردو وفارسی) اور غفران البساتین کے نام سے آپ کا عربی دیوان۔

امام احمد رضا کی عظیم شخصیت کے اسقدر گوشے ہیں اور ہر گوشہ کے اتنے زاویے ہیں کہ ان میں سے ہر ایک پر پی۔ ایچ۔ ڈی کی تھیسس لکھی جاسکتی ہے لہٰذا اس مختصر مدت میں ان سب پر گفتگو کرنا ممکن نہیں۔ البتہ ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کا کارنامہ یہ ہے کہ اس نے امام صاحب کی شخصیت اور علمی کارناموں کے مختلف گوشوں پر گزشتہ ۳۳ برسوں میں ۵۰ سے زیادہ پی۔ ایچ۔ ڈی اور ایم فل کے

مقالات ملکی اور غیر ملکی یونیورسٹیز سے تحریر کروائے ہیں۔ الحمدللہ تقریباً ۲۵ سے زیادہ ابھی زیر تکمیل ہیں۔ حیرت انگیز بات یہ ہوئی کے ڈھاکہ یونیورسٹی بنگلہ دیش میں جناب پروفیسر ڈاکٹر رئیس الدین صاحب (سینئر پروفیسر، اسلامک اسٹیڈیز) کے ماتحت ریسرچ اسکالر جناب ناصر الدین صاحب کی "امام احمد رضا کی نعتیہ شاعری" پر ایک پی ایچ ڈی زیر تکمیل ہے۔ یہ واضح ہو کے بنگلہ دیش سے اردو تقریباً دیس نکالا ہو چکی ہے۔ لیکن اس کے باوجود اعلیٰ حضرت کی اردو شاعری پر وہاں سے پی ایچ ڈی کا مقالہ لکھا جارہا ہے، ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا، جناب پروفیسر ڈاکٹر رئیس الدین صاحب اور جناب ناصر الدین صاحب کو اس عظیم باہمت کام پر مبارک باد پیش کرتا ہے۔ غالباً امام احمد رضا عالم اسلام کی واحد ایسی عبقری عالم شخصیت ہیں جن پر اب تک اتنی بڑی تعداد میں جامعات کی سطح پر تحقیقی مقالات سپردِ قلم کئے گئے ہیں کہا جاتا ہے کہ عمدہ علمی تحقیق اور جودتِ فکر کی شوخی فردِ واحد میں جمع نہیں ہوتی لیکن جب ہم امام احمد رضا کی عبقری اور ہمہ جہت شخصیت اور ان کے علم کے بحرِ بیکراں کا نظارا کرتے ہیں تو یہ روایتی نظریہ دم توڑ تا نظر آتا ہے۔ جہاں وہ ایک عظیم فقیہ، محدث، مفسر، منطقی، ریاضی داں، ماہر ہیئت وفلکیات تھے وہیں ایک نازک خیال شاعر، بلکہ فنِ شاعری کے حوالے سے استاذالاساتذہ اور صاحب طرز ادیب بھی تھے۔ ان کے علوم و فنون اور فضائل و کمالات دیکھ کر زبان گنگ ہو جاتی ہے اور قلم یہ کہنے پر مجبور ہو جاتا ہ: وَاللهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهِ مَن يَّشَاءُ وَاللهُ ذُو الْفَضلِ الْعَظِيمْ۔

فی الحال ہمارے پروجیکٹ یہ ہیں:

ا۔ امام احمد رضا ریسرچ انسٹیٹوٹ کی تعمیر۔ جناب حاجی رفیق برکاتی صاحب نے اس کی تکمیل کی ذمہ داری لی ہے۔ میں ان سے درخواست کروں گا کہ وہ اس پر روشنی ڈالیں۔

۲۔ امام احمد رضا اور ان کے متعلقین علماء کی عربی کتب اور اردو کتب کا عربی میں ترجمہ کی بیروت سے اشاعت اس سلسلہ میں دو اہم کام ہو چکے ہیں۔

(۱) مولانا مفتی اسلم رضا سکریٹری رابطہ برائے علمائے عرب نے امام احمد رضا کا شافی پر حاشیہ جدّالممتار کی ۶ جلدیں مکمل کر لیں ہیں۔ ان شاء اللہ عنقریب بیروت سے شائع ہو گی۔

(۲) البریلویہ کا تنقیدی جائزہ مصنفہ علامہ عبدالحکیم شرف قادری علیہ الرحمۃ کا عربی ترجمہ میری ترغیب پر ان صاحبزادے جناب ڈاکٹر ممتاز احمد سدیدی الازہری صاحب نے مکمل کر لیا ہے۔ ان شاءاللہ یہ کتاب بھی جلد بیروت سے شائع ہو گی۔

اراکین ادارہ دونوں مذکورہ حضرات کو اس شاندار کامیابی پر دلی مبارکباد پیش کرتے ہیں۔

تیسرا اہم کام جناب مولانا عامر اخلاق صدیقی شامی صاحب نے صدرالشریعہ علامہ مفتی امجد علی اعظمی صاحب علیہ الرحمۃ کی راجح اقوال پر مشتمل فقہ حنفی کے مسائل پر مبنی معرکۃ الآرا بیس حصوں پر مبنی تصنیف بہارِ شریعت کا عربی ترجمہ شروع کرا دیا ہے۔ اس کی ۳ جلدیں مکمل ہو چکی ہیں چوتھا اہم کام پچاس جلدوں پر مشتمل امام احمد رضا انسائیکلو پیڈیا کی تیاری کا مرحلہ ہے۔ کراچی یونیورسٹی کی پروفیسر ڈاکٹر محترمہ ڈاکٹر تنظیم الفردوس صاحبہ کی نگرانی میں آغاز پزیر ہو چکا ہے لیکن مطبوعہ فنڈ کے مہیّا نہ ہونے کی وجہ سے ابھی تعطل کا شکار ہے۔ جناب حاجی رفیق برکاتی، جناب عقیل ڈیڈی اور حاجی نثار احمد سے خصوصی توجہ کی درخواست ہے۔ اس کے کو آرڈینٹر جناب پروفیسر دلاور خاں نوری جوائنٹ سکریٹری ادارہ ہیں۔

آخر میں ایک بار پھر صدرِ محترم، مہمانِ خصوصی، حضرات مقالہ نگار مع حاضرینِ مجلس اور پرنٹ اور الیکٹرونک میڈیا کے تمام اراکین کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ وہ اس مجلس علمی میں تشریف لائے۔ میں شیخ زید اسلامک سینٹر کے ڈائریکٹر جناب ڈاکٹر شہتاز احمد اور ان کی انتظامیہ کا بھی بے حد ممنوں ہوں کہ ہمیں انہوں نے کانفرنس کے انعقاد کے لیے ہر طرح کی سہولت پہنچائی۔ میں اگر اپنے رفقاءِ کار کا شکریہ نہ ادا کروں تو نہایت ناسپاسی ہو گی۔ کیونکہ احقر گذشتہ ۴ ربرسوں میں مختلف بیماریوں سے گذرا ہے اور ابھی بھی پوری طرح سے صحتیاب نہیں ہو سکا۔ ان چار برسوں میں ادارۂ تحقیقاتِ امام

احمد رضا ٹرسٹ کے میرے جو رفیق کار ہیں، یعنی حاجی رفیق برکاتی صاحب (سرپرستِ ادارہ)، حضرت علامہ شاہ تراب الحق قادری صاحب (سرپرست اعلیٰ) جن کی جلد صحتیابی کے لیے ہم سب دعا گو ہیں، جناب سید ریاست رسول قادری صاحب (نائب صدر اوّل)، جناب مولانا عامر اخلاق صدیقی (فاضل دمشق، نائب صدر دوم)، جناب پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری صاحب (جنرل سکریٹری)، جناب پروفیسر دلاور خاں نوری صاحب (جوائینٹ سکریٹری)، جناب عبید الرحمنٰ صاحب (فائنانس سکریٹری)، جناب پروفیسر ڈاکٹر محمد حسن امام صاحب (سکریٹری نشرواشاعت)، حاجی عبداللطیف قادری صاحب (رکن)، جناب مبشر خاں صاحب، جناب سید مشاہد حسین صاحب، ان حضرات گرامی نے اس قدر احسن طریقے سے ادارہ کے امور چلائے ہیں کہ میری کمی کو بالکل محسوس نہیں ہونے دیا۔ میں تین حضرات کا جناب عبید الرحمن صاحب، جناب پروفیسر دلاور خاں نوری صاحب، جناب مولانا عامر اخلاق صدیقی صاحب اور جناب مبشر خاں صاحب کا خصوصی طور پر شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے نہایت قلیل مدت میں دن رات محنت کر کے معارفِ رضا سالنامہ، اردو، عربی، انگریزی اور مجلّہ امام احمد رضا کانفرنس کی اشاعت کو ممکن بنایا میں جناب افضل حسین نقشبندی مسعودی صاحب سیکریٹری ابلاغ عامہ پرنٹ و الیکٹرونک میڈیا کا بھی بہت ممنون ہوں۔ فجزاھم اللہ احسن الجزاء۔

ہم اپنے ان تمام محبین سے کہ جنہوں نے ہمیں اشتہارات سے نوازا یا ہمارے ساتھ مالی تعاون فرمایا دل کی اتھا گہرائیوں سے شکریہ ادا کرتے ہیں، بالخصوص جناب حاجی عبدالزاق تابانی صاحب، جناب حاجی نثار احمد صاحب، جناب وسیم سہروردی، جناب ادریس سہروردی، جناب سہیل سہروردی، جناب امجد سعید صاحب، جناب عقیل کریم ڈیڈی صاحب، جناب اختر عبداللہ، جناب حاجی رفیق برکاتی صاحب کے ہم سپاس گذار ہیں۔ آخر میں معروف شاعر جناب طارق سلطانپوری صاحب کے الفاظ میں عبقریِ شرق امام احمد رضا حنفی قادری رحمۃ اللہ علیہ کو خراج تحسین پریش کرتے ہوئے اجازت چاہتا ہوں۔

دنیا میں ہے معارفِ احمد رضا کی دھوم
اس کے کمالِ علم کا چرچا ہے جابجا
اس کے کمالِ علم کا چرچا ہے جابجا
اس کے کمالِ علم کا چرچا ہے جابجا
دائم کرے گی اس کی ستائش زبانِ وقت
"ثبت است برجریدۂ عالم دوامِ ما"

ଓ ଓ ଓ ଓ ଓ

اک دعا

محفل تھی اک دعاؤں کی
ہم نے بھی ایک دعا کی
خوش رہیں سب سدا یہاں
میرے ساتھ بھی میرے بعد بھی

تاباں قادری

ଓ ଓ ଓ ଓ ଓ

اجارہ کی شرعی حیثیت اور جدید معاملات میں استعمال

صبانور (پی ایچ ڈی اسکالر، فیصل آباد، پاکستان)

قرآن کریم اور اجارہ کی شرعی حیثیت

اجارہ از روئے قرآن ثابت ہے۔ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے حضرت شعیب علیہ السلام کی خبر دیتے ہوئے ان کا قول نقل فرمایا۔ انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے جنہوں نے ان کی صاحبزادیوں کے جانوروں کو پانی پلایا تھا یہ فرمایا:"قَالَ اِنِّیْٓ اُرِیْدُ اَنْ اُنْكِحَكَ اِحْدَى ابْنَتَیَّ هٰتَیْنِ عَلٰٓى اَنْ تَاْجُرَنِیْ ثَمٰنِیَ حِجَجٍ ۚ"[1] ترجمہ: میں چاہتا ہوں کہ اپنی ان دو بیٹیوں میں سے ایک کا نکاح تمہارے ساتھ کر دوں اس شرط پر کہ تم آٹھ سال میری نوکری کروگے۔

یعنی اس شرط پر کہ تو میرا اَجیر مزدور ہو جائے یا اس شرط پر تو میرے اس نکاح کر دینے کے عوض آٹھ سال تک میری بکریاں چرائے۔ چنانچہ عربی میں 'اجر' کے معنی عوض کے بھی لیے جاتے ہیں اور کہا جاتا ہے "اجرہ' اللہ تعالیٰ "یعنی خدا تعالیٰ اسے بدلہ اور ثواب دے نیز اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں حضرت شعیب علیہ السلام کی ایک صاحبزادی کا قول بھی نقل فرمایا: "قَالَتْ اِحْدٰىهُمَا یٰٓاَبَتِ اسْتَاْجِرْهُ اِنَّ خَیْرَ مَنِ اسْتَاْجَرْتَ الْقَوِیُّ الْاَمِیْنُ"[2] ترجمہ: ان دو میں سے ایک لڑکی بولی اے ابا! ان کو اپنے ہاں نوکر رکھ لیجئے کیونکہ اچھا نوکر وہی ہے جو قوت والا ہو امانت دار ہو۔ حضرت شعیب علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا تھا کہ میں چاہتا ہوں کہ ان دونوں لڑکیوں میں سے ایک کا نکاح آپ کے ساتھ کر دوں اس شرط پر کہ آٹھ برس تک میرا کام اُجرت پر کروگے اور اگر پورے دس سال کرو تو یہ تمہاری طرف سے ہوگا۔ میں تم پر مشقت نہیں ڈالنا چاہتا۔ انشاءاللہ تم مجھے نیکو کاروں میں پاؤ گے۔

ایک اور جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: " فَاِذَا قُضِیَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِی الْاَرْضِ وَ ابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ "[3] ترجمہ: پھر جب نماز پوری کر چکو تو زمین پر چلو پھرو اور اللہ کا فضل تلاش کرو۔ اور اجارہ روزی کو تلاش کرنے کا ہی نام ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: "لَیْسَ عَلَیْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ ؕ "[4] ترجمہ: تم پر اس بات میں کوئی حرج نہیں کہ تم اپنے پروردگار سے فضل چاہو۔

علامہ کاسانی فرماتے ہیں کہ اس آیت کریمہ کے شان نزول میں بیان کیا جاتا ہے کہ یہ آیت کریمہ چوپایہ کرائے پر دینے والے کی حج کے بارے میں نازل ہوئی۔ چنانچہ مروی ہے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اور کہا کہ ہم چوپایوں کو کرایہ پر دینے والے لوگ ہیں یعنی حاجیوں کو کرایہ پر لے کر آتے جاتے ہیں اور ہمارا یہ خیال ہے کہ اس صورت میں شاید ہمارا حج نہ ہوتا ہو۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا تم احرام نہیں باندھتے ہو اور وقوف عرفات اور رمی جمار نہیں کرتے ہو؟ اس نے جواب دیا ہاں یہ چیزیں تو کرتے ہیں۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا پھر تم حج کرنے والے ہو۔ بعد ازاں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہی سوال جو تم نے پوچھا ہے، ایک آدمی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تھا۔ مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابھی تک جواب نہ دیا کہ یہ آیت کریمہ "لیس علیکم جناح۔۔۔" نازل ہوئی تو حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص سے کہا "اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ"[5] کہ بلاشبہ تم حج کرنے والے ہو۔

ایک اور مقام پر قرآن پاک میں ارشاد ہے۔ دودھ پلانے والی (دایہ) کے کرایہ پر لینے کے بارے میں فرمایا: "وَ اِنْ اَرَدْتُّمْ اَنْ تَسْتَرْضِعُوْٓا اَوْلَادَكُمْ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْكُمْ "[6] ترجمہ: اور اگر تم لوگ اپنے بچوں کو کسی اور سے دودھ پلاؤ تب بھی تم پر گناہ نہیں۔ اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے بچے کو دودھ کسی اور سے پلوانے سے گناہ کی نفی کی اور دودھ پلوانے سے مراد اُجرت پر دودھ پلوانا ہے۔ اس سے اگلی آیت میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "اِذَا سَلَّمْتُمْ مَّآ اٰتَیْتُمْ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ "[7] ترجمہ: جب تم ان کے حوالے کر دو جو کچھ انہیں دینا ہے دو۔ دستور کے موافق یہاں "جو کچھ دینا" ہے سے مراد اُجرت اور مزدوری ہے جو تم نے دینا قبول کی۔

اُجرت پر دودھ پلوانے کی دوسری دلیل خدا تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''فَاِنْ اَرْضَعْنَ لَکُمْ فَاٰتُوْھُنَّ اُجُوْرَھُنَّ ۚ ''[۸] ترجمہ: پھر وہ مطلقات عورتیں اگر تمہارے بچوں کو دودھ پلائیں تو تم انہیں ان کی اُجرت ادا کردو۔

احادیث مبارکہ اور اجارہ کا جواز

عقد اجارہ کی مشروعیت احادیث نبویہ سے بھی ثابت ہے۔ حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے نبی کریم ﷺ فرمایا: تین شخص وہ ہیں جن کا میں قیامت کے دن جھگڑا کروں گا (جن سے میں قیامت کے دن جھگڑا کروں گا): وہ جس نے میرا نام لے کر معاہدہ کیا اور پھر اس عہد کو توڑ دیا۔ دوسرا وہ جس نے آزاد کو بیچا اور اس کا ثمن کھایا۔ تیسرا وہ جس نے مزدور رکھا اور اس سے کام پورا لیا اور اس کی مزدوری نہیں دی۔[۹]

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جو شخص کسی کو بطور مزدور اُجرت پر رکھے تو اس مزدور کو اس کی اُجرت سے آگاہ کرے۔ اس حدیث میں مزدور کو اُجرت سے آگاہ کرنے کی ہدایت جواز اجارہ کی شرط کی تعلیم ہے جو اجارہ کے جائز ہونے پر دلالت کرتی ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے۔ نبی کریم ﷺ اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ہجرت کے موقع پر قبیلہ بنی الذلل سے ایک آدمی کو رستہ معلوم کرنے کے لیے بطور ہادی اُجرت پر لیا جو کفار قریش کے دین پر تھا۔ اپنی اونٹنیاں اس کے سپرد کر دیں اور تین دن بعد اس سے غارِ ثور پر اونٹنیاں لانے کا وعدہ لیا۔ چنانچہ حسب وعدہ وہ آدمی آیا اور حضور پاک ﷺ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ساتھ وہاں سے روانہ ہوئے۔ آپ کے ساتھ عامر بن منیرہ اور قبیلہ بنی الذلل کا آدمی بھی ساتھ چلے اور ساحلی رستہ اختیار کیا تو حضور پاک ﷺ کے اس عمل سے اجارہ کے جواز پر دلیل قائم کی جائے گی۔[۱۰]

جب نبی کریم ﷺ کی بعثت ہوئی تو لوگ چیزیں اُجرت پر لیتے تھے اور آپ ﷺ نے اس عمل سے منع نہیں فرمایا بلکہ خاموشی اختیار کی۔ تو گویا آپ ﷺ نے اس کام کو جائز سمجھا کیونکہ آپ ﷺ کا اجارہ سے منع نہ فرمانا آپ کی ''تقریر'' ہوئی۔

صحیح بخاری میں ہے۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے فرمایا: صحابہ کرام کی ایک جماعت ایک سفر میں گئی اور عرب کے قبائل میں سے ایک قبیلے پر اُتری۔ ان سے کہا کہ ہمیں مہمان بنالو۔ اُنہوں نے انکار کر دیا۔ اس قبیلے کے سردار کو سانپ یا بچھو نے کاٹ لیا۔ ان لوگوں نے ہر ممکن کوشش کی مگر کسی چیز نے نفع نہیں دیا۔ بعض لوگوں نے کہا کہ ان لوگوں کے پاس جاؤ جو ٹھہرے ہوئے ہیں شاید ان میں سے کسی کے پاس کوئی علاج ہو۔ قبیلے کے کچھ لوگوں نے آکر کہا اے گروہ والو! ہمارے سردار کو ڈس لیا گیا ہے کسی چیز نے نفع نہیں دیا۔ تمہارے پاس کوئی علاج ہے؟ ان میں سے ایک صاحب نے کہا بخدا میں جھاڑتا ہوں۔ لیکن تم نے ہمیں اپنا مہمان نہیں بنایا اس لئے اس وقت تک نہیں جھاڑوں گے جب تک تم اس پر کچھ معاوضہ نہ دو۔ بکریوں کے ایک ریوڑ پر معاملہ طے ہو گیا۔ سورۂ فاتحہ پڑھ کر اس پر پھونکنے لگے۔ وہ اچھا ہو گیا اور چلنے لگا۔ اس قبیلے والوں نے معاوضہ دے دیا۔ اس پر کچھ لوگوں نے کہا کہ اسے تقسیم کرلو۔ اس پر جھاڑنے والے نے کہا کہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں چلیں اور سارا واقعہ بیان کریں۔ نبی کریم ﷺ نے ان کی بات سن کر فرمایا تم کو کیسے معلوم ہوا کہ یہ دعا ہے؟ اپنے ساتھ میرا حصہ بھی مقرر کرلو۔[۱۱]

اجماع اور اجارہ

اجارہ کے جواز پر ابو بکر اصم کی ولادت سے پہلے ساری امت متفق تھی اور صحابہ کرام کے عہد سے لے کر اب تک لوگ عقد اجارہ کرتے آرہے تھے۔ لہٰذا ابو بکر اصم کا اجارہ کی مخالفت کرنا کوئی معنی نہیں رکھتا کیونکہ ان کی رائے اجماع امت کے خلاف ہے۔ اس میں سے یہ بات بھی سامنے آگئی عقد اجارہ میں قیاس کو چھوڑ دیا جائے گا کیونکہ خدا تعالیٰ نے تمام عقود کو اپنے بندوں کی حاجات وضروریات کے لیے جائز ٹھہرایا اور عقد اجارہ کی لوگوں کو شدید ضرورت ہے کیونکہ ہر انسان کے پاس رہنے کے لیے اپنا گھر، زراعت کے لیے ملکیتی زمین یا سواری کے واسطے ملکیتی چوپایہ نہیں ہوتا اور بعض اوقات پیسہ نہ ہونے کی وجہ سے خرید کر بھی آدمی ان چیزوں کا مالک نہیں بن سکتا۔ نہ ہی ہبہ میں یا عاریۃً یہ چیزیں ملتی ہیں اس لئے بہت کم لوگ سخاوت کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ تو لامحالہ عقد اجارہ کی ضرورت ہوئی۔ لوگوں کو حاجت وضروریات کے بعد بر خلاف قیاس کے اسے جائز ٹھہرایا گیا۔

شریعت نے ہر حاجت کے لیے اس حاجت کے ساتھ ایک

مخصوص قسم کا عقد باہمی معاملہ کو جائز ٹھہرایا ہے۔ چنانچہ کسی عوض کے بدلے ایک معین شے کی ملکیت کے لیے ایک عقد کو جائز ٹھہرایا اور وہ عقد بیع ہے۔ اس طرح بغیر عوض کے ایک شے کی صرف منفعت کی ملکیت کے لیے عاریۃً شے دینے کو جائز ٹھہرایا گیا۔[۱۲]

اجارہ کی جدید صورتیں

معاشرتی و معاشی زندگی کو کاروبار کے نقطہ نظر سے چلانا، معاملات اور اداروں کو اجارے کی بنیاد پر قائم کرنا، زمین، مکان اور دیگر اشیاء کو اجارے پر دینا اور اُجرت وصول کرنا، قرآن و سنت کی تعلیمات سے اس کا ثبوت ملتا ہے۔ مشینری، مکان، دکان یا کوئی بھی سامان کرایہ پر دینے کے لیے چند چیزوں کا خیال رکھا جاتا ہے۔ کرایہ پر صرف وہی چیزیں دی جاتی ہیں جن کے استعمال سے فائدہ حاصل کرنا ممکن ہو۔ معاشرے میں بسنے والے افراد تن تنہا اپنی ضروریات پوری نہیں کر سکتے بلکہ اُن کے پاس اتنی رقم بھی موجود نہیں ہوتی کہ وہ ان چیزوں کو خرید سکیں۔ لہٰذا ایک متعینہ مدت تک وہ ان چیزوں کو کرائے پر حاصل کر لیتے ہیں اور ضرورت پوری ہونے کے بعد وہ چیزیں مالکان کو واپس کر دیتے ہیں۔ شریعت اسلامی نے اس عقد کو جائز قرار دیا ہے۔

۱۔ دوکانوں کا اجارہ

دکانوں کے مالک اپنی دکانوں کو اجارے پر دیتے ہیں۔ میں دکان کا مالک کرایہ دار سے ایڈوانس رقم وصول کر لیتا ہے۔ کرایہ دار اگر دکان خالی کرنا چاہے تو دو ماہ قبل مالک کو بتاتا ہے اور مالک سے ایڈوانس کی رقم واپس کر دینے کا مطالبہ کرے گا۔ اگر مالک اپنی دکان کرایہ دار سے چھڑانا چاہے تو دو ماہ قبل کرایہ دار کو نوٹس بھیجتا ہے اور ایڈوانس کی رقم اُسے واپس دے دیتا ہے۔ مالک اور کرایہ دار کے درمیان گورنمنٹ کے سٹامپ پیپر پر بھی کرایہ نامہ بمع شرائط کے درج ہوتا ہے۔ کرایہ دار اور مالک کے درمیان معاہدہ ایک مقررہ مدت تک ہوتا ہے۔

۲۔ شادی ہال کا اجارہ

آج کل میں مکانوں، دکانوں کے علاوہ شادی ہالوں کو بھی کرائے پر حاصل کیا جاتا ہے۔ اس میں ہوٹلوں کے مالک ایک مخصوص دن کے لیے لوگوں کو تقریبات کرنے کے لیے وہ جگہ کرائے پر دیتے ہیں۔ کچھ کرایہ پہلے ایڈوانس لے لیتے ہیں اور باقی کرایہ تقریب ختم ہونے کے بعد لیتے ہیں۔ بعض شادی ہالوں میں مالکان مہمانوں کی تعداد کے حساب سے کرایہ متعین کرتے ہیں۔ یہ اجارے کی صورت ہے کہ جس میں ایک مخصوص دن کے لیے کرائے پر جگہ حاصل کر لی جاتی ہے۔

۳۔ پارکنگ لاٹ کا اجارہ

گورنمنٹ ایک متعین معاوضے کے تحت ایک متعینہ مدت تک اپنی جگہ پرائیویٹ سیکٹر کو اجارے پر دیتی ہے۔ حکومت اعلان کرتی ہے کہ گاڑیوں کی پارکنگ کے لیے ٹھیکے دار درکار ہیں۔ گورنمنٹ ٹھیکے کے لیے ٹینڈر جاری کرتی ہے۔ ٹھیکے دار مقررہ وقت پر پہنچ جاتے ہیں اور متعلقہ جگہ سائیکل سٹینڈ یا موٹر سائیکل سٹینڈ کی بولی لگائی جاتی ہے۔ جس کے نام پر بولی ختم ہوتی ہے اُسے اس جگہ کا ٹھیکہ دے دیا جاتا ہے۔ ٹھیکہ دار نے حکومت کی شرائط کے مطابق ٹھیکہ کی رقم کا کچھ حصہ پہلے جمع کروانا ہوتا ہے وہ کروا دیتا ہے اور ٹھیکے دار ذمے دار ہوتا ہے کہ وہاں مثلاً موٹر سائیکل کی گمشدگی یا چوری نہ ہو۔

معاہدے سے کم وصولی کی صورت میں ٹھیکیدار نقصان کا ذمہ دار ہوتا ہے اس کو ٹھیکے میں نفع ہو یا نقصان ہو اُس نے وہ متعین رقم جتنے میں ٹھیکہ طے ہوا تھا مالک کو ادا کرنی ہوتی ہے چاہے اُسے آمدنی ٹھیکے کی رقم سے پوری ہو یا نہ ہو۔ اگر ٹھیکیدار کو نفع ہوا وہ سارے کا سارا ٹھیکہ دار کا حق سمجھا جاتا ہے۔

۴۔ بینک میں لاکر کا اجارہ

بینکوں میں حفاظتی لاکر ہوتے ہیں جن کو مخصوص متعین مدت تک کے لیے کرائے پر حاصل کر کے ان میں زیورات، پیسے وغیرہ رکھے جاتے ہیں۔ بینک کسٹمرز سے ان لاکرز کا کرایہ وصول کرتا ہے۔ بینک میں لاکرز متعدد قسم کے ہوتے ہیں۔ کسٹمرز کو ان لاکرز میں سے کسی ایک کا انتخاب کرنا ہوتا ہے کیونکہ ہر لاکر کا سالانہ کرایہ مختلف ہوتا ہے۔ کسٹمرز اس لاکر میں اپنی چیزیں رکھ لیتا ہے اور سالانہ کرایہ بینک کو ادا کرتا ہے۔

۵۔ کتابوں کا اجارہ

موجودہ دور میں کتابوں کا بھی اجارہ ہوتا ہے یعنی کوئی شخص کتابوں کو متعین مدت کے لیے کرائے پر حاصل کر سکتا ہے۔

۶۔ لائسنسنگ

حکومت مختلف کمپنیوں کو لائسنس جاری کرتی ہے۔ اس لائسنس کی بناء پر وہ کمپنی ملک میں اپنا کاروبار شروع کرتی ہے۔ حکومت لائسنس کی مقررہ فیس اُن سے وصول کرتی ہے۔لائسنس کی مقررہ فیس ایک مخصوص معیاد کے لیے ان سے وصول کرتی ہے۔

۷۔ ملبوسات اور جیولری کا اجارہ

ملبوسات اور جیولری کو ایک خاص مدت تک کے لیے کرائے پر حاصل کیا جاتا ہے۔ اس قسم کے اجارے میں مدت کا بیان کرنا ضروری ہوتا ہے۔لباس کا متعین کیا جانا پہننے والے کا متعین کیا جانا ان سب چیزوں کا بیان کیا جاناضروری ہوتا ہے۔ آج کل کے دور میں ملبوسات کے ساتھ ساتھ جیولری کا بھی اجارہ ہوتا ہے۔ شادیوں اور دیگر تقریبات پر پہننے والے زیورات کو خاص وقت کے لیے کرایہ پر حاصل کیا جاتا ہے۔

۸۔ مشینوں کا اجارہ

گھروں، فیکٹریوں میں مشینوں کو کرائے پر لیا جاتا ہے۔ جنریٹرز وغیرہ کو ایک مخصوص مدت تک کے لیے ان سے فائدہ اٹھانے کے لیے کرائے پر حاصل کیا جاتا ہے۔

۹۔ کمپیوٹر سافٹ ویئر کا اجارہ

آج کل کے دور میں کمپیوٹر سافٹ ویئر Computer Software کا اجارہ بھی ہوتا ہے۔ سافٹ وئیر بنانے والی کمپنیاں اپنے سوفٹ وئیر کو مختلف افراد اور اداروں کو ایک متعین مدت کے لیے استعمال کرنے کی اجازت دیتی ہیں۔ سوفٹ ویئر حاصل کرنے والے اداروں پر لازم ہوتا ہے کہ وہ سوفٹ وئیر کے وصول کے لیے کمپنی سے باقاعدہ معاہدہ کریں۔ اس معاہدے کے خدوخال عمومی طور پر اجارے کی طرح ہوتے ہیں۔

۱۰۔ گاڑیوں کا اجارہ (لیزنگ)

رینٹ اے کار کے ذریعے گاڑیوں کو متعین وقت تک استعمال کرنے کے لیے حاصل کرنا بھی اجارے کی ایک جدید قسم ہے۔ اجارے کی ایک اور متعلقہ صورت بینک یا دیگر مالیاتی اداروں سے گاڑیوں کی لیزنگ بھی ہے۔ایک آدمی کار خریدنا چاہتاہے تو بنک اس کار کی قیمت کا بیس فیصد ایڈوانس لیتا ہے باقی قیمت پانچ سال کی مدت میں اقساط کے ساتھ ادا کرنی ہوتی ہے۔ ہر ماہ قسط کے ساتھ منافع جمع انشورنس کی رقم کی قسط شامل کر کے بنک ایک متعین رقم کی قسط بنا دیتا ہے جسے اس شخص نے بنک کو ماہ بہ ماہ ادا کرنا ہوتا ہے۔ معاہدے میں بینک کے ذریعے اجارے پر حاصل کی گئی گاڑی کی نوعیت، ان کی کیفیت اور دوسری صفات ذکر ہوتی ہیں تا کہ دونوں لوگوں کے درمیان معاملہ کے بارے میں نزاع نہ رہے۔ قیمت خرید، اس کی ملکیت پر بینک کو ملنے والے نفع، اس کی ادائیگی کی مدت اور اقساط سب کی تفصیل معاہدے میں ہوتی ہے۔یہ معاہدہ عموماً مشارکہ اور اجارہ کے معاہدوں پر مشتمل ہوتا ہے۔

۱۱۔ جزوقتی تدریس

جزوقتی اساتذہ سے ایک متعینہ مدت کا معاہدہ کیا جاتا ہے اور دن یا گھنٹے کے حساب سے ان کی اُجرت متعین ہوتی ہے۔ اس مخصوص وقت میں اساتذہ تعلیمی اداروں کے لیے اجیر مشترک کے طور پر کام کرتے ہیں۔ان پر معاہدے کی پابندی کرنالازم ہوتا ہے۔

حوالہ جات

۱۔ القرآن الکریم۲۸:۲۷

۲۔ دیکھئے: ایضاً:۲۸:۲۶

۳۔ ایضاً:۱۰:۶۲

۴۔ ایضاً: ۲:۱۹۸

۵۔ بدائع الصنائع:۵/۵۴، نیل الاوطار شرح منتقی الاخبار:۲:۱۱۷۰

۶۔ القرآن الکریم:۲:۲۳۳

۷۔ ایضاً: ۲:۲۳۳

۸۔ ایضاً:۶:۶۵

۹۔ صحیح بخاری، کتاب الاجارات باب اثم من متع اجیر الاجیر:۱/۲۹۷، رقم ۲۲۷۵، مشکوٰۃ المصابیح،۲/۱۷۶،باب الاجارۃ: رقم ۲۹۸۴

۱۰۔ ایضاً : کتاب الاجارات ، باب التیجار المشرکین :۱/۲۹۷،رقم ۲۲۶۳،السنن الکبریٰ:۶/۱۹۶،فقہ السنہ:۳/۱۹۶

۱۱۔ ایضاً:کتاب الاجارات، باب مایعطی فی الرقیۃ علی احیاء العرب،۱/۳۰۰۰، رقم۲۲۷۶،کتاب المجموع :۱۵/۱۸۷،شرح الطیبی علی مشکوٰۃ المصابیح: ۶/۱۶۸، صحیح ابن حبان،کتاب الاجارۃ:۷/۲۹۷،رقم ۵۱۲۴

۱۲۔ بدائع الصنائع:۵/۵۶،کتاب المجموع:۱۵/۱۷۸

***

عصرِ حاضر میں مصنوعی زیورات کا استعمال اور فتاویٰ رضویہ

صنوبر اقبال (ایم اے، یونیورسٹی آف کراچی، پاکستان)

زیورات اور زیورات سازی

سجنے سنورنے کی خواہش ایک فطری بات ہے۔ اور جہاں بات آرائش و زیبائش کی ہو وہاں جدید ملبوسات و آرائشی اشیا کا تذکرہ ضرور آتا ہے۔ زیورات کی آرائش و خوبصورتی کے لیے استعمال کی ابتدا تو غالباً اسی وقت سے ہو گئی تھی جب انسان کو پہلی بار خوبصورت نظر آنے کا خیال آیا۔ تاہم سنگار میں زیورات کی اہمیت بڑھتے بڑھتے آج اس مقام پر ہے کہ خواتین کی نظر میں زیبائش کا تصور جدید طرز کے زیورات کے بغیر ادھورا ہے۔ یوں زیورات سازی کی تاریخ ہزاروں سال پر محیط ہے۔ زیورات بنانے کا تصور سب سے پہلے افریقیوں سے ملتا ہے۔ کینیا میں شتر مرغ کے انڈوں میں باریک سوراخ کر کے موتی بنانے کا عمل ہزاروں سال قبل ملتا ہے۔ ابتدا میں گھونگھوں، سیپیوں اور موتیوں سے زیورات تیار کیے جاتے۔ بعد ازاں دھاتوں کے مکسچر کا استعمال شروع ہوا مثلاً روم میں کانسی کا بہت استعمال کیا جاتا تھا۔ سات ہزار سال قبل پہلی بار تانبے کے زیورات کے استعمال کا پتا چلتا ہے۔ سونے کے زیورات بنانے کا عمل تقریباً ۴۰۰۰ قبل از مسیح میں شروع ہوا۔ مصر میں زیورات سازی کا فن اس عروج پر پہنچا اور اس نے باقاعدہ معیشت کی شکل اختیار کر لی۔ یونان اور روم میں پتھروں کو سمبولک لیجنڈ کے طور پر استعمال ہوتے تھے۔ ۱۴۰۰ قبل از مسیح میں یونان میں موتی سیپ، کان کی بالیاں وغیرہ بنانے کا رواج خاصہ عام ہو چکا تھا۔ چین کے لوگ سونے کے بجائے چاندی کو زیورات بنانے میں زیادہ استعمال کرتے تھے۔

چھٹی اور ساتویں صدی میں قبروں کی کھدائی میں بہت سے زیورات ملے جب کہ آٹھویں صدی میں جیولری نما ہتھیاروں کا عام استعمال تھا۔ ۱۷۰۰ء میں پہلی بار زیورات میں ہیروں اور اس کے مختلف شکلوں کو استعمال کیا گیا۔ سب سے پہلے ہندوستان میں کان کنی میں دریافت ہوئے۔ یہ کانیں تقریباً ۲۹۶ قبل از مسیح سے تعلق رکھتی ہیں۔ ۱۹۰۰ء میں سفید رنگ کے زیورات اور موتیوں نے عروج پایا۔

جب کہ برصغیر میں زیورات سازی کے عمل میں نمایاں اضافہ سولہویں سے انیسویں صدی کے درمیاں ہوا جب برصغیر پر مسلمان بادشاہوں کی حکومت تھی۔ ۱۹۲۰ء میں شیشے کے زیورات بنائے گئے اور ۱۹۳۰ میں پہلی مرتبہ آرٹیفیشل جیولری کا باقاعدہ استعمال شروع ہوا۔

دھاتی زیورات

دھاتی زیورات کو دو انواع میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

۱۔ فائن: یعنی سونا، چاندی اور جواہرات

۲۔ نیم قیمتی: یعنی اورلز، موتی، ایمتھیرسٹ

موجودہ دور میں زیورات کی یہی دو قسمیں تیزی سے نا صرف فروغ پا چکی ہیں بلکہ ایک مستحکم صنعت کی شکل اختیار کر گئی ہیں۔ ان کا استعمال اس لیے بھی زیادہ ہو رہا ہے کیوں کہ یہ نہ صرف دیدہ زیب ہوتے ہیں بلکہ آسانی سے دستیاب بھی ہو جاتے ہیں۔

اسلام میں زیورات کا تصور

اسلام نے زندگی کے ہر معاملے میں انسانوں کی راہنمائی کے لیے تعلیمات پیش کی ہیں۔ راہنمائی کی ہے تا کہ انسان کسی بھی معاملے پر خود کو تنہا نا سمجھے۔

قرآن مجید میں دھاتی زیورات یا دھاتی زیورات یا دھاتوں کا ذکر کچھ اس طرح آیا ہے:

"اور زمین پر زور سے پاؤں نہ رکھیں کہ جانا جائے کہ چھپا ہوا سنگھار۔"[۱]

"اور نکالتے ہو پہننے کا ایک زیور (گوہر و مرجان)"[۲]

"اور نکالتے ہیں مونگے اور مرجان"[۳]

"ہم سے کچھ بوجھ اٹھوائے گئے اس گہنے کے"[۴]

"موسیٰ کے بعد اس کی قوم اپنے زیوروں سے ایک بچھڑا بنا بیٹھی"[۵]

"اس میں سے گہنہ نکالتے ہو جسے پہنتے ہو"[۶]

"اور جس پر آگ دیکھتے ہیں گہنہ یا اور اسباب بنانے کو"[۷]

"لوگوں کے لیے آراستہ کی گئیں ان کی خوشی کی محبت عورتیں، بیٹے اور تلے اوپر سونے چاندی کے ڈھیر"۔[۸]
"تم فرماؤ، کس نے حرام کی اللہ کی زینت جو اس نے اپنے بندوں کے لیے نکالی۔"[۹]

احادیث مبارکہ میں بھی زیورات کے استعمال سے متعلق اسلامی تعلیم موجود ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ "نبی ﷺ کی انگوٹھی چاندی کی تھی اور کا نگینہ بھی تھا۔"

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ "نبی ﷺ عید کہ دن باہر تشریف لے گئے اور دو رکعت نماز پڑھی نہ تو اس سے پہلے نہ اس کے بعد پھر اس کے بعد عورتوں کے پاس تشریف لے گئے اور ان کو صدقے کا حکم دیا تو عورتیں اپنی بالیاں اور کڑے صدقہ کرنے لگیں"۔ ابن زریح نے اتنا زیادہ بیان کیا کہ عورتیں بلال کے کپڑے پر انگوٹھیاں اور چھلے ڈالنے لگیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ "مدینے کے ایک بازار میں رسول ﷺ کے ہمراہ تھا کہ آپ واپس ہوئے تو میں بھی آپ کے ہمراہ لوٹ آیا۔ آپ نے تین بار فرمایا وہ چھوٹا بچہ کہاں ہے؟ حسن بن علی کھڑے ہوئے اور آئے ان کے گلے میں سخاب (ایک قسم کا ہار) تھا۔"

حضرت عبداللہ بن مسلمہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا، "مہر ادا کرو اگرچہ ایک لوہے کی انگوٹھی ہی کیوں نہ ہو۔"[۱۰]

درج بالا قرآن و حدیث کے حوالوں سے پتا چلتا ہے کہ اسلام میں زیورات پہننے اور بنانے کی ممانعت نہیں ہے۔

دھاتی زیورات کے استعمال کی شرعی مقدار

دھاتی زیورات سے متعلق شریعت میں عورتوں کے لیے کوئی زیادہ سے زیادہ مقدار مقرر نہیں مگر مردوں کے لیے یہ پابندی ہے کہ صرف چاندی کے ایک نگ کی انگوٹھی وہ بھی ساڑھے چار ماشے سے کم ہونی چاہیے۔ کتاب فیض القدیر میں ہے کہ "سونے کی انگوٹھی پہننا بنوانا مرد کے لیے منع ہے اس حدیث کی وجہ سے کہ دو چیزیں حرام ہیں میری امت کے مردوں اور عورتوں کے لیے حلال سونے کی انگوٹھی میں نہیں تحریمی اور لوہے کی انگوٹھی میں تنزیہی ہے۔"

عصر حاضر میں سونے چاندی کے علاوہ دھاتوں کے زیورات کا استعمال

اکیسویں صدی زیورات کی جدّت کی صدی ہے۔ موجودہ دور میں جیولری نے ایک فن و صنعت کا درجہ حاصل کر لیا ہے۔ زیورات سازی میں سونے، چاندی سے آگے بڑھ کر دیگر دھاتوں اور یہاں تک کہ پلاسٹک، پی ایم سی (پریشیس میٹل کلے) کا استعمال کیا جاتا ہے۔ اس کے بنانے میں ڈائی مولڈنگ اور کاریگروں کا ہنر استعمال کیا گیا ہے۔[۱۱] یعنی قیمتی دھاتوں کے علاوہ ایسی اشیا سے زیورات تخلیق کیے جارہے ہیں جو باآسانی دستیاب ہیں اور عام لوگوں کی دسترس میں بھی ہیں۔ آرٹیفیشل جیولری کم قیمت اور جلد ختم ہو جانے والی ہوتی ہے اسے عموماً فیشن کے مطابق اور تھوڑے عرصے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے کیوں کہ یہ فیشن ختم ہونے کے ساتھ ہے بے کار ہو جاتی ہے۔[۱۲]

غور طلب بات یہ ہے کہ سونے چاندی کے علاوہ دیگر دھاتوں کے زیورات کا شرعی حکم کیا ہے۔ یہ آرٹیفیشل جیولری تانبے پیتل اور دوسری دھاتوں سے ملا کر بنائی جاتی ہے جس کو کاروباری حضرات منجوس اور عوام آرٹیفیشل جیولری کے نام سے پکارتے ہیں۔ چمک کے لیے ان پر نکل کی پالش کی جاتی ہے جو ایک سفید چمک والی دھات ہے اور بعض پر گلڈ یعنی سونے کا پانی چڑھایا جاتا ہے۔

درج بالا سطور میں ہم دھاتی زیورات سے متعلق اسلامی تعلیمات کا تعارف بیان کر چکے ہیں۔ اب ہم اس موضوع پر مولانا احمد رضا خاں بریلوی کی تحقیق کا ایک مختصر جائزہ پیش کریں گے۔ پھر موجودہ دور میں آرٹیفیشل زیورات سے متعلق ایک دوسرا موقف بھی پیش کریں گے۔

دھاتی زیورات کا استعمال اور تحقیق رضا

مولانا احمد رضا خاں بریلوی نے اپنے فتاویٰ میں قریب تمام شعبہ ہائے زندگی پر تحقیقات یادگار چھوڑی ہیں۔ آپ کی سینکڑوں تصانیف و حواشی اس بات کا بین ثبوت ہیں کہ آپ نے ہر پیش کردہ مسئلے کا حل تحریر کیا ہے۔ آپ کے علمی سرمائے میں آپ کا فقہی شاہکار "العطایہ النبویہ فی الفتاویٰ الرضویہ" ہے۔

امام احمد رضا تعلیمات اسلام کے مطابق عورتوں کی زیبائش اور

سنگار کے مخالف نہیں۔ انھوں نے اس سلسلے میں شریعت کی طرف سے اجازت کو اپنے مجموعہ فتاویٰ میں متعدد مقامات پر بیان کیا ہے۔ آپ سے معلوم کیا گیا کہ عورتوں کو زیور پہننا جائز ہے یا ناجائز۔ آپ نے تحریر کیا کہ عورتوں کو سونے چاندی کا زیور پہننا جائز ہے بلکہ عورت کا اپنے شوہر کے لیے گہنا پہننا، بناؤ سنگار کرنا باعثِ اجرِ عظیم اور اس کے حق میں نماز نفل سے افضل ہے۔[13] بلکہ عورت کا باوصف قدرت بالکل بے زیور رہنا مکروہ ہے کیوں کہ بے زیور رہنے میں ایک طرح سے مردوں سے تشبّہ ہے۔[14]

اسی طرح امام احمد رضا سے سوال کیا گیا کہ کانچ کی چوڑیاں عورتوں کو پہننا جائز ہے یا ناجائز تو امام احمد رضا نے فرمایا کہ عورتوں کے لیے کانچ کی چوڑیاں پہننا جائز ہیں کیوں کہ اس لیے کہ کوئی شرعی مانع نہیں بلکہ شوہر کے لیے سنگار کی نیت سے مستحب اور اگر شوہر، ماں یا باپ کا حکم ہو تو پہننا واجب ہو گا۔[15]

امام احمد رضا سے سوال کیا گیا کہ چھلّا چاندی یا پیتل کا پہننا کیسا ہے اور اس کے پہننے سے نماز ہو گی یا نہیں۔ آپ نے جواب میں فرمایا کہ تانبہ، پیتل، کانسہ، لوہا تو عورت کو بھی پہننا ممنوع ہے اور اس سے نماز ان کی بھی مکروہ ہے، اور چاندی کا چھلّا خاص لباس زنان ہے مردوں کو مکروہ ہے اور مکروہ چیز پہن کر نماز بھی مکروہ۔ مرد کو چاندی کی انگوٹھی ایک نگ کی ساڑھے چار ماشے سے کم وزن کی جائز ہے۔[16]

ایک اور موقع پر دھاتی اشیا اور زیور کے مردوں میں استعمال سے متعلق امام احمد رضا سے سوال پوچھا گیا کہ سونے، چاندی، پیتل یا کانسہ وغیرہ کی انگوٹھی، بٹن یا گھڑی کی زنجیر مرد کو پہننا جائز ہے یا نہیں، اور اگر کوئی مرد ان کو پہن کر نماز پڑھے تو نماز درست ہو گی یا نہیں۔ امام احمد رضا نے جواب دیا کہ چاندی کی ایک انگوٹھی ایک نگ کی ساڑھے چار ماشہ سے کم وزن کی مرد کو پہننا جائز ہے اور دو انگوٹھیاں یا کئی نگ کی ایک انگوٹھی یا ساڑھے چار ماشہ خواہ زائد چاندی کی اور سونے، کانسے، پیتل، لوہے، تانبے کی مطلقاً ناجائز ہیں۔ گھڑی کی زنجیر سونے چاندی کی مرد کو حرام اور دھاتوں کی ممنوع ہے اور جو چیزیں ممنوع کی گئی ہیں ان کو پہن کر نماز اور امامت مکروہ تحریمی ہیں۔[17]

اسی طرح سوال کیا گیا کہ سونے چاندی بلا زنجیر کے بٹن مرد کو پہننا جائز ہیں یا نہیں۔ امام احمد رضا نے جواب میں تحریر کیا کہ بے زنجیر کے بٹن چاندی سونے کے مرد کو جائز ہیں اور زنجیر دار منع ہیں۔[18]

ایک موقع پر امام احمد رضا سے سوال کیا گیا کہ لوہے اور تانبے کا چھلّا پہننا جائز ہے یا نہیں۔ اس سوال کے جواب میں امام احمد رضا نے تحریر کیا کہ چاندی سونے کے سوا لوہے، پیتل، رانگ کا زیور عورتوں کو بھی مباح نہیں چہ جائیکہ مردوں کے لئے۔[19]

عصر حاضر میں مصنوعی زیورات کے استعمال پر دوسرا موقف

درج بالا سوالات و جوابات سے امام احمد رضا کا مردوں اور عورتوں کے لیے سونے چاندی اور دیگر دھاتوں کے بطور زیور استعمال کا ایک واضح موقف سامنے آتا ہے۔ موجودہ دور میں جیسا کہ عرض کیا گیا سونے چاندی کے علاوہ دیگر دھاتوں کے زیورات کا استعمال رائج ہو چکا ہے۔ موجودہ علما میں سے بعض آرٹیفیشل جیولری کے استعمال کو جائز قرار دیتے ہیں۔ ان کے دلائل یہاں مختصراً پیش کیے جاتے ہیں۔

ایک دلیل یہ پیش کی جاتی ہے کہ سورہ مائدہ آیت ۱۰۱ میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ "اے ایمان والو! ایسی باتیں نہ پوچھو جو تم پر ظاہر کر دی جائیں تو تمھیں بُری لگیں اور اگر اس وقت پوچھو گے کہ قرآن اُتر رہا ہے تو تم پر ظاہر کر دیں گے، اللہ انہیں معاف کر چکا ہے اور اللہ بخشنے والا علم والا ہے۔" اس آیات مبارکہ کے تحت ابن کثیر فرماتے ہیں کہ "وہ جس کا اللہ نے اپنی کتاب میں ذکر نہیں کیا وہی چیز ہے جسے اللہ نے معاف فرمادیا اس لیے اس کے بارے میں منشائے الٰہی کے مطابق تم بھی خاموش رہو۔" حدیث مبارکہ میں ہے کہ "اللہ نے کچھ فرائض مقرر کیے ہیں ان کو ضائع نہ کرو اور کچھ حدود مقرر کی ہیں ان سے تجاوز نہ کرو اور کچھ چیزیں حرام ٹھہری ہیں ان کی پردہ داری نہ کرو اور بعض باتوں سے سکوت اختیار فرمایا ہے۔ یہ محض اُس کی مہربانی ہے اس لیے ایسی چیزوں سے متعلق سوال نہ کرو۔"

دوسری دلیل اس کے جواز میں سورۃ البقرہ آیت نمبر ۲۹ میں ہے کہ "تمھارے نفع کے لیے زمین میں سب چیزوں کو پیدا کیا۔" اس ضمن میں ابن کثیر فرماتے ہیں کہ "اس میں ہر وہ شخص داخل ہے جو ازخود بغیر شرعی دلیل کہ کوئی بدعت ایجاد کرے یا محض اپنی رائے اور خواہش کے پیشِ نظر اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ چیزوں کو حلال اور اللہ کی مباح کردہ چیزوں کو حرام ٹھہرائے۔"

اس موقف کے حامی مزید فرماتے ہیں کہ قرآن کریم سے صراحتاً ثابت ہے کہ پچھلی امتوں میں بھی لوہا تانبا جائز الاستعمال تھے۔ نیز امام احمد رضا نے اپنے رسالے فتاویٰ رضویہ میں اپنے رسالے "حقۃ المرجان لمہم حکم الدخان" میں حقہ پینے سے متعلق ابتلا عام ہو جانے پر فرماتے ہیں کہ "ایسی حالت میں جب تک عجماً عرباً شرقاً غرباً عام مومنین بلاد و بقا تمام دنیا کو اس سے ابتلا ہے تو عدم جواز کا حکم دینا اُمت مرحومہ کو معاذ اللہ فاسق بنانا ہے جسے ملتِ حنفیہ ہر گز گوارہ نہیں فرماتی۔"[۲۰] لہٰذا فی زمانہ اس کے جواز کی دو وجوہات ہیں۔ اوّل یہ کہ نقلی زیورات کا رواج عام ہو گیا ہے لہٰذا ابتلائے عام کی وجہ سے جائز قرار دیا جاسکتا ہے۔ دوم یہ کہ آرٹیفیشل جیولری کے ناجائز ہونے پر کوئی نص موجود نہیں اس لیے فی زمانہ اس کا استعمال بلا کراہت جائز ہے۔ اور جہاں شریعت نے نرمی و رخصت کا پہلو رکھا ہے اس سے پورا استفادہ کر کے عوام کو بدزن ہونے سے بچایا جائے۔ قرآن و حدیث کا مفہوم بھی یہی ہے کہ اللہ آسانی چاہتا ہے دشواری نہیں اور یہ کہ شریعت میں بندوں کے تعامل و ضرورت، تنگی و مشقت کا پورا خیال رکھا گیا ہے۔ عادت کا چھڑانا بہت مشکل اور جراح پر مبنی ہے اور فقہائے کرام ایسی صورت میں قیاس کو ترک و نص میں تخفیف فرما کر عرف و تعامل وغیرہ کی وجہ سے جواز کا فتویٰ عنایت فرماتے ہیں۔[۲۱]

قارئین! آپ نے امام احمد رضا کی تحقیق اور پھر ایک دوسرے موقف کو ملاحظہ کیا۔ یہاں ایک عام ذہن میں یہ سوال اٹھ سکتا ہے کہ آرٹیفیشل زیورات کی موجودہ دور میں بہتات اور اس کے عوام میں کثرت سے استعمال پر اکابر علما کا موقف اور مفتیان کرام کی مجموعی آواز کیا ہے۔ راقم کے نزدیک ایک حل یہ ہے کہ اس صورت حال کو علما و مفتیان کرام کے اجتماعی فیصلے کے لیے شرعی کونسل آف انڈیا (بریلی شریف) یا مجلس شرعی (مبارک پور) جیسی مفتیانِ کرام کی مجالس میں پیش کیا جائے اور ایک اجتماعی فیصلہ حاصل کیا جائے جو عوام الناس کے لیے عصرِ حاضر کے تناظر میں دھاتی زیورات سے متعلق شرعی حکم کو واضح کرے اور موجودہ صورتحال کا حل پیش کرے۔

حواشی و حوالہ جات

۱۔ سورۃ النور، آیت ۳۰
۲۔ سورۃ فاطر، آیت ۱۲
۳۔ سورۃ الرحمٰن، آیت ۲۲
۴۔ سورۃ طٰہٰ، آیت ۸۷
۵۔ سورۃ الاعراف، آیت ۱۴۸
۶۔ سورۃ النحل، آیت ۱۴
۷۔ سورۃ الرعد، آیت ۱۸
۸۔ سورۃ آل عمران، آیت ۱۴
۹۔ سورۃ الاعراف، آیت ۳۲
۱۰۔ بخاری شریف، کتاب اللباس
۱۱۔ en.wikipedia.org
۱۲۔ imranali.articlealley.com
۱۳۔ احمد رضا محدث بریلوی، امام، العطایہ النبویہ فی الفتاویٰ الرضویہ (مع تخریج و ترجمہ عربی عبارات)، جلد ۲۲، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن، لاہور، ۲۰۰۲ء، ص ۱۲۶
۱۴۔ احمد رضا محدث بریلوی، امام، العطایہ النبویہ فی الفتاویٰ الرضویہ (مع تخریج و ترجمہ عربی عبارات)، جلد ۲۲، ص ۱۲۷
۱۵۔ احمد رضا محدث بریلوی، امام، العطایہ النبویہ فی الفتاویٰ الرضویہ (مع تخریج و ترجمہ عربی عبارات)، جلد ۲۲، ص ۱۱۵ و ۱۱۶
۱۶۔ احمد رضا محدث بریلوی، امام، العطایہ النبویہ فی الفتاویٰ الرضویہ (مع تخریج و ترجمہ عربی عبارات)، جلد ۲۲، ص ۱۳۰
۱۷۔ احمد رضا محدث بریلوی، امام، احکام شریعت، حصہ دوم، مشمولہ احکام شریعت (مکمل تین حصے)، مطبوعہ شبیر برادرز لاہور، ۱۹۹۶ء، ص ۱۸۷ و ۱۸۸
۱۸۔ احمد رضا محدث بریلوی، امام، احکام شریعت، حصہ دوم، مشمولہ احکام شریعت (مکمل تین حصے)، مطبوعہ شبیر برادرز، لاہور، ۱۹۹۶ء، ص ۱۸۸
۱۹۔ احمد رضا محدث بریلوی، امام، العطایہ النبویہ فی الفتاویٰ الرضویہ (مع تخریج و ترجمہ عربی عبارات)، جلد ۲۲، ص ۱۵۳
۲۰۔ فتاویٰ رضویہ، جلد ۲۵، صفحات ۸۹
۲۱۔ محمد راشد القادری، مولانا مفتی، آرٹیفیشل جیولری کے جواز کا ثبوت، بااہتمام علامہ مولانا مفتی عبدالحلیم صدیقی ہزاروی، مطبوعہ صدیقی پبلشرز کراچی

***

تصوف کا مفہوم اور امام احمد رضا

فوزیہ عندلیب (ایم اے، انٹر نیشنل اسلامک یونیورسٹی، اسلام آباد)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ ایک بلند پایہ عالم محقق فقیہ، مفسر، محدث، فلسفی، منطقی، ہونے کے ساتھ ساتھ ایک صوفی بزرگ تھے۔ آپ نہ صرف پیر طریقت تھے بلکہ واقف اَسرار و حقیقت بھی تھے۔ امام احمد رضا کی نظر میں تصوف کے معنی و مفہوم اور اس کی حقیقت کیا ہے جاننے سے پہلے تصوف کا مختصر تعارف اور صوفیا کی نظر میں تصوف کی تعریف کا ایک جائزہ ضروری ہے۔

تصوف

تصوف کا لفظ قرآن میں نہیں پایا جاتا البتہ تصوف کے معنوں میں حکمت کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ اگر اس لفظ کے لغوی معنی کی طرف جائیں تو کیونکہ صوفیا زیادہ تر اُون کا لباس پہنتے تھے اور اُون کو عربی زبان میں "صوف" کہا جاتا ہے اس سے ان لوگوں کو صوفا کہا جانے لگا ایک اور ممکنہ وجہ (possible derivation) ہو سکتی ہے کہ یہ لفظ "صفا" سے نکلا جس کا معنی "صفائی" (to clean) کیونکہ دلوں کی صفائی اور باطنی اصلاح کا کام صوفیاء عرفا اور اولیا اللہ کے بابرکت حلقوں سے انجام پاتا ہے۔

تاریخ اسلام کے اوائل دور متین صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین اور دیگر محدثین کے علاوہ قرون اولیٰ اور وسطیٰ کے بزرگان دینِ وصوفیائے عظام کی زندگیوں اور ان کے احوال و آثار کا بغور مطالعہ کیا جائے تو ان کی تمام تر عبادتوں ریاضتوں کی غایت اور محنتوں کا ماحصل قلب و باطن کی صفائی کا حصول ہوتا تھا۔ یعنی شب و روز کی تمام عبادتوں کا مقصد یہی ہوتا تھا کہ انہیں صفائی قلب اور تزکیہ نفس حاصل ہو جائے۔ ان کے نزدیک صفائی قلب و باطن ہی اصل تصوف وطریقت ہے یہی مدعائے تقویٰ اور کمال بندگی ہے۔

درحقیقت تصوف کی جامع تعریف کرنا ممکن نہیں کیونکہ تصوف کا تعلق احوال و مقامات سے ہے اور احوال و مقامات کی کیفیت یہ ہے کہ وہ ہر وقت متغیر و متبدل ہوتے رہتے ہیں۔ تاہم اکابر صوفیا نے تصوف کی وضاحت اپنے تحریروں اور ملفوظات میں کی ہے جن سے کسی حد تک اس کے مفہوم تک رسائی ہوتی ہے۔

تصوف کی تاریخ

تصوف کا نام یا صوفی کا لفظ ابتدائے اسلام یعنی دور صحابہ میں بطور اصطلاح موجود نہیں تھا کیونکہ شرف صحابیت بہت بڑا شرف تھا۔ مسلمانوں نے اپنے زمانے کے افاضل واکابر حضرات کو کوئی خاص نام نہیں دے رکھا تھا بلکہ صرف رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت پر اکتفا کیا کیونکہ اس سے بڑی کوئی فضیلت نہیں ان کو "صحابہ کرام" کہا جاتا ہے۔

صحابہ کرام کے بعد جن لوگوں کو صحابہ کرام کی صحبت کا شرف حاصل ہوا وہ "تابعین" کہلائے گئے اور یہ سب سے زیادہ شرف والی علامت سمجھی گئی پھر "تبع تابعین" کا دور آیا پھر اس کے بعد لوگ (درجات کے اعتبار سے) مختلف ہو گئے جو دین اسلام سے زیادہ تعلق رکھتے تھے ان کو "زیاد" اور "عباد" کہا گیا پھر بدعات ظاہر ہوئیں اور مختلف فرقوں نے دعویٰ کیا کہ "زیاد" انہی میں ہیں تو اہلِ سنت کے خاص لوگ جو اپنے دلوں کو غفلت کے راستوں سے محفوظ رکھتے ہیں ان کے لیے "تصوف" کا نام تجویز ہوا۔[۱]

تصوف صوفیا کی نظر میں

امام احمد رضا کے نزدیک تصوف کے مفہوم کو بیان کرنے سے پہلے معروف صوفیا کی نظر میں تصوف کا تعارف و مفہوم یہاں پیش کیا جاتا ہے۔

حضور داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "صفا ولایت کی منزل ہے اور اس کی نشانیاں ہیں اور تصوف صفا کی ایسی حکایت و تعبیر ہے جس میں شکوہ و شکایت نہ ہو۔" تصوف کے ظاہری معنی "تاباں" ہیں اور تصوف اس معنی و مفہوم کی تعبیر و حکایت ہے۔"[۲]

حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ ایک مقام پر فرماتے ہیں کہ حقیقت تصوف کا انکار شریعت کا انکار ہے۔ یہی نہیں بلکہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل حمیدہ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام کے اوصاف جملہ کا انکار ہے کیونکہ اس انکار کے بعد پورا دین ریاکاری بن جاتا ہے۔"[۳]

آپ کے قول کے مطابق تصوف گویا روح اسلام ہے، اس لیے تصوف کو اسلام میں وہی حیثیت حاصل ہے جو جسم میں روح کو حاصل ہے۔

عارف باللہ سیدی عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "تصوف کیا ہے؟ پس احکام شریعت پر بندے کے عمل کا خلاصہ ہے" نیز فرمایا علم تصوف چشمہ شریعت سے نکلی ہوئی جھیل ہے۔"[۴]

حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:"تصوف تین وصفوں کا نام ہے ایک یہ کہ اس کا نور معرفت اس کے نور فروغ کو نہ بجھائے دوسرا یہ کہ باطن سے کسی ایسے علم میں بات نہ کرے کہ ظاہر قرآن یا ظاہر سنت کے خلاف ہو تیسرا یہ کہ کرامتیں اسے ان چیزوں کی پردہ داری پر نہ لائیں جو اللہ نے حرام فرمائیں۔

حضور سیدی عبد اللہ محمد بن خفیف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "تصوف اس کا نام ہے کہ دل صاف کیا جائے اور شریعت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی ہو۔"

حضرت سیدی ابوالقاسم نصیر آبادی فرماتے ہیں:"تصوف کی جڑ یہ ہے کہ سنت کو لازم پکڑے رہے۔"[۵]

سیدنا غوث اعظم شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:"اللہ عزوجل کی طرف سب سے قریب راستہ قانون بندگی کا لازم پکڑنا اور شریعت کی گرہ کو تھامے رہنا ہے۔"

امام احمد رضا بحیثیت صوفی

امام احمد رضا نے ساری زندگی شریعت پر سختی سے عمل کیا، ہمیشہ اتباع سنت و شریعت پر سختی سے کاربند رہے جس کے نتیجہ میں ان کا قلب مبارک پاکیزہ اور صاف ہو چکا تھا۔

نور معرفت کی تابندگی کے اثرات آپ کے اوائل زندگی میں ہی نظر آنے لگے تھے۔ حضرت مولانا سید شاہ آل رسول مارہروی رحمۃ اللہ علیہ ان ارباب سلوک میں سے تھے جو مریدین کو ریاضت و مجاہدہ کی سخت منزلوں سے گزارتے، ان کے قلبوں کا بھرپور تزکیہ تصفیہ کرتے پھر خلافت سے سرفراز فرماتے مگر امام احمد رضا کو بلا ریاضت و مجاہدہ بیعت کے ساتھ ہی محض ۲۲ سال کی عمر میں خلافت دے دی گئی بلکہ یہاں تک کہ یہاں تک کہدیا کہ "مجھے بڑی فکر تھی کہ بروز حشر اگر حکم الحاکمین نے سوال فرمایا کہ: آل رسول تو میرے لیے کیا لایا ہے؟ تو میں کیا پیش کروں گا۔ مگر خدا کا شکر ہے کہ آج وہ فکر دور ہوگئی اس وقت میں 'احمد رضا' کو پیش کروں گا۔" طریقت تصوف کے راستے پر چلنے والوں کے لیے اصل تو مرشد کی عنایت ہے جس کے بغیر راہ سلوک طے نہیں ہوتا۔ آپ کے مرشد کی ان عنایات سے جو انہوں نے آپ پر کیں آپ کے مقام کا اندازہ لگانا مشکل نہیں ہے۔

خود سرتاج اولیاء حضور غوث اعظم نے امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ اور شیر ربانی میاں شیر محمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ کو خواب میں صاف صاف فرمادیا کہ "امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ میرے نائب ہیں۔"

آپ کو وہبی علوم میں کمالِ حاصل تھا۔ بلکہ آپ کی زندگی کا بغور مطالعہ کیا جائے تو اندازہ ہوتا ہے کہ امام احمد رضا کے وہبی علوم کسبی علوم پر غالب ہیں۔ آپ کو علم جفر پر کمال حاصل تھا علم جفر وہ علم ہے جو اکابر اولیا و سادات کرام سے سینہ بہ سینہ چلا آرہا ہے اور جس کو بارگاہِ کرم سے اس علم کی اجازت نہیں ہوتی اس کو یہ علم نہیں آتا چاہے جتنی ہی کوشش کرلی جائے۔

تصوف امام احمد رضا کی نظر میں

امام احمد رضا کے دور سے قبل غیر منقسم برصغیر میں انگریزی حکومت اور ہندو اپنی ریشہ دوانیوں سے مسلمانوں کو مختلف فرقوں میں تقسیم کر چکے تھے۔ یہ حقیقت ہے کہ آج سے ڈھائی سو سال قبل وہابیت، نیچریت وغیرہ فرقوں کا نام ونشان تک نہ تھا صرف ایک ہی مسلک اہل سنت وجماعت کا غلبہ تھا۔ انگریزوں نے مسلمانوں کی قوت و عظمت ختم کرنے کے لیے فتنہ قادیانیت کو ہوا دی، کہیں فتنہ انکارِ

حدیث کو پھیلایا، کہیں وہابیت اور دیوبندیت کی تحریکیں پیدا کیں۔ اس طرح امام احمد رضا کا دور اس خطے کی تاریخ میں نازک ترین دور تھا۔ ایک طرف اسلام کو اغیار کا سامنا تھا تو دوسری طرف اسلام کے نام لیوا گمراہ فرقوں کا۔ معمولاتِ اہل سنت مخالفین کے نشانے پر تھے اور ساتھ ہی کچھ جعلی پیروں اور آستانوں کو دیکھ کر یہ سوچ آگے بڑھ رہی تھی کہ تصوف شریعت سے جدا اور بلند کوئی الگ منزل ہے۔

امام احمد رضا نے جہاں انگریزوں اور ہندوؤں کی سازشوں کا پردہ چاک کیا وہیں انھوں نے اسلام کا لبادے میں موجود گمراہ فرقوں کی بھی نقب کشائی کی۔ آپ نے اسلامی تعلیمات کے فروغ اور عقائد و معمولات اہل سنت کے دفاع میں اپنے قلم سے وہ عظیم خدمات انجام دیں جو آج بھی تاریخ کا ایک درخشاں باب ہیں۔ امام احمد رضا کی حیات و خدمات کا مطالعہ کرنے والے جانتے ہیں کہ آپ کے دورِ حیات میں ایسا ممکن نہ تھا کہ شریعت سے منحرف و مخالف پیش کردہ کسی تصور و تحریک کو آپ نے سلامت رہنے دیا ہو۔ تصوف کی تعلیمات اور تحفظ کے لیے بھی آپ کی خدمات عظیم ہیں جن کو بیان کیا جائے تو کئی جلدیں تیار ہو سکتی ہیں۔ آپ نے تصوف و طریقت کے معنی و مفہوم کے بارے میں جو کچھ تحریر کیا ہے وہ مختصراً یہاں پیش کیا جارہا ہے۔

تصوف و طریقت کے معنی و مفہوم کے بارے میں امام احمد رضا تحریر کرتے ہیں کہ "طریقت نام ہے وصول الی اللہ کا۔۔۔ طریق، طریقہ، طریقت "راہ" کو کہتے ہیں نہ کہ پہنچ جانے کو تو یقیناً طریقت بھی راہ ہی کا نام ہے اب اگر وہ شریعت سے جدا ہو تو بشہادت قرآن مجید خدا تک نہ پہنچائے گی بلکہ شیطان تک لے جائے گی۔"[۶]

آپ اپنے رسالے "مقال العرفاء" میں شریعت اور طریقت کے بارے میں فرماتے ہیں: "[یہ خیال کہ] شریعت چند احکام فرض و واجب، حلال و حرام کا نام ہے، محض اندھا پن ہے۔ بلکہ شریعت تمام احکام جسم و جان، روح و قلب و جملہ علوم الٰہیہ و معارف نامتناہیہ کو جامع ہے جن میں سے ایک ٹکڑے کا نام طریقت و معرفت ہے۔ لہٰذا باجماع قطعی جملہ اولیائے کرام تمام حقائق کو شریعت مطہرہ پر عرض کرنا فرض ہے اگر شریعت کے مطابق ہوں حق و مقبول ہیں ورنہ مردود و مخذول تو یقیناً قطعاً شریعت ہی اصل کار ہے۔"[۷]

آپ مزید فرماتے ہیں کہ "طریقت میں جو کچھ منکشف ہوتا ہے شریعت ہی کے اتباع کا صدقہ ہے"[۸]

یعنی امام احمد رضا کے نزدیک طریقت شریعت سے الگ نہیں اور ایک صوفی کا مکمل طور پر شریعت پر عمل پیرا ہونا لازمی امر ہے۔ درج بالا سطور سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ امام احمد رضا نے جو تعریف تصوف و تصورِ طریقت پیش کیا وہ دراصل اکابر صوفیا کہ پیش کردہ تعریفوں کا نچوڑ ہے۔ امام احمد رضا نے تصوف کی وضاحت کچھ اس انداز میں کی کہ طریقت کو شریعت سے جدا سمجھنے کی سوچ ہی دم توڑ جائے۔

حوالہ جات

۱۔ رسالہ القشریہ، مطبوعہ مکتبہ اعلیٰ حضرت، لاہور، ص ۶۴

۲۔ سید علی ہجویری، کشف المحجوب (اُردو ترجمہ)، مطبوعہ پروگریسیو بکس، لاہور، ص ۶۰

۳۔ کشف المحجوب (اُردو ترجمہ)؛ رسالہ قشیریہ

۴۔ بحوالہ: احمد رضا بریلوی، امام، مقال العرفاء، مشمولہ العطایہ النبویہ فی الفتاویٰ الرضویہ (مع تخریج و ترجمہ عربی عبارات)، جلد ۲۱، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن، لاہور، ص ۵۵۴

۵۔ احمد رضا بریلوی، امام، مقالہ العُرفَاء، مشمولہ فتاویٰ رضویہ، جلد ۲۱، ص ۵۴۴

۶۔ احمد رضا بریلوی، امام، العطایہ النبویہ فی الفتاویٰ الرضویہ جلد ۲۱

۷۔ احمد رضا بریلوی، امام، العطایہ النبویہ فی الفتاویٰ الرضویہ جلد ۲۱

۸۔ احمد رضا بریلوی، امام، العطایہ النبویہ فی الفتاویٰ الرضویہ جلد ۲۱

* * *

حدائق بخشش میں رضا بریلوی کی ایک فارسی نعت

سائرہ صدیقی (ریسرچ اسکالر، اورینٹل کالج پنجاب یونیورسٹی۔ مقیم شیخوپورہ)

دولت عباسی کے آخری خلیفہ متصم باللہ کے دور سے جب عربوں کی جاہ و حشمت انحطاط پذیر ہوئی تو اجمعیت کا غلبہ ہوا۔ ایرانی تہذیب کا پھر رہ اُڑنے لگا اور عربی شاعری کے ساتھ فارسی شاعری اپنی جگہ بنانے لگی۔ فارسی شاعری کے دورِ اول کا پہلا اہم اور ممتاز شاعر ''رودکی'' ہے لیکن اس کے یہاں نعتیہ کلام نہیں ملتا۔

فارسی شاعری کا دوسرا دور عہد غزنوی سے متعلق ہے۔ جس نے فردوسی جیسے نامور شاعر کو جنم دیا فردوسی نے اپنے شانامہ میں تبرکن ''نعتیہ'' اشعار کیے ہیں۔

فارسی شاعری کے تیسرے دور یعنی عہد سلجوقی سے تصوف نے شعر کو ایک نئے انداز، نئے فکر، نکھرے سنورے اور لطیف پرائے میں جذب، کیف اور مستی سے سرشار پیش کیا ہے۔ اس دور کے ممتاز شعراء میں، حکیم سنائی نے نعت کی طرف خاص توجہ کی انہوں نے نعتیہ مضامین کو مستقل اور مسلسل مباحث کی صورت بخشی[۱]

عالم جذو را نظام بدو
غز نفس کل تمام بدو
آمد اندر جہاں پرکس
جانِ جہان ھا محمد ﷺ آمد ویس[۲]

حکیم سنائی سے پہلے ابوسعید ابوالخیر کی رباعیات میں عارفانہ موضوعات ملتے ضرور ہیں لیکن انہوں نے سنائی کی طرح تصوف کو شاعری کا باقاعدہ اور مستقل موضوع نہیں بنایا سنائی کی مثنوی ''حدیقۃ الحقیقت'' تصوف و اخلاق کے موضوع پر سنائی کا عظیم کارنامہ ہے۔ اس مثنوی کے دس ابواب ہیں اور یہ تمام خدا کی حمد و ثنا، رسول ﷺ اور صحابہ رسول ﷺ کی الفت و منقبت پر مشتمل ہیں۔ شبلی نے سنائی کو فارسی کی اخلاقی شاعری کا بانی قرار دیا ہے۔[۳] حکیم سنائی غزنوی کے بعد قافلۂ نعت کو مزید حوصلہ اور توانائی کے ساتھ بڑھانے اور رواں دواں کرنے والوں میں شعراء اور ادباء دوش بدوش، علماء اولیا اور صوفیا بھی شریک رہے۔

حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی، خاقانی نظامی گنجوی وغیرہ چھٹی صدی ہجری کے فارسی نعت گو مشاہیر میں ہیں۔ خاقانی کا نعتیہ قصیدہ فارسی کے شاہکار قصائید میں شمار ہوتا ہے۔ نمونہ ملاحظہ کریں:

قاسم ال رحمت ابوالقاسم رسول اللہ کہ ہیت
درو ولائے اُوحدیو عقل و جاں مولائے من[۴]

عہد سلجوقی میں بحثیت نعت گو شاعر نظامی گنجوی کا مقام بہت بلند ہے۔ ان کی نعتیں روح پرور اور بلند پایہ ہیں۔ انہیں ''معراج نامہ'' لکھنے میں خصوصی امتیاز حاصل ہے۔

ای مدنی برکع و مکی نقاب
سایۂ نشین چند بود آفتاب[۵]

ساتویں صدی ہجری کے مشاہیر نعت گویوں میں ''فریدالدین عطار، جلال الدین رومی، جمال والدین اصفہانی، فخر الدین عراقی، سعدی شیرازی وغیرہ کے اسماء قابلِ ذکر ہیں۔ آٹھویں صدی ہجری کے نعت گویوں میں اوحدی مراغمی، حاجو کرمانی، حافظ شیرازی اور سلمان ساوجی وغیرہ کے نام قابلِ ذکر ہیں۔ نویں صدی ہجری کا دور مولانا عبدالرحمٰن جامی کی نعت گوئی پر ختم ہوتا ہے۔ ان کا کلام حلقۂ اہلِ دلاں میں بڑا گراں جامہ مانا جاتا ہے۔

سلام علیک امی نبی مکرم
مکرم ترانہ آدم ونسل آدم[۶]

مولانا جامی فارسی زبان کے آخری بزرگ اور اہم شاعر تھے، ان کے بعد عہد صفویہ سے عہد جدید تک متعدد شاعروں نے مقدور بھر نعت گوئی کی روایت کو آگے بڑھایا مگر ان میں جامی کے پایہ کا کوئی شاعر نہیں۔ عصر حاضر کے فارسی اخبارات اور رسائل میں گاہے گاہے نئے شعراء کی نعتیں شائع ہوتی رہتی ہیں۔ ایرانی شاعری میں مذہبی رنگ اُبھر رہا ہے۔ دوسرے مذہبی مضامین کے ساتھ ساتھ نعت رسول مقبول ﷺ کا موضوع بھی زور پکڑ رہا ہے۔

حضرت احمد رضاؔ خاں بریلوی

انیسویں صدی تقریباً اپنے نصف مراحل طے کر چکی تھی۔ اسی صدی میں اقبال مندی کا ستارہ چمکا۔ حضرت احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ ۱۰؍شوال المکرم ۱۲۷۲ھ روزِ شنبہ بوقت ظہر مطابق ۱۴؍جون ۱۸۵۶ء مطلع شہود پر جلوہ گر ہوئے۔ دینی علوم کی تکمیل گھر پر اپنے والد مولوی نقی علی خان سے کی دو مرتبہ حج بیت اللہ سے مشرف ہوئے آپ بہت بلندپایہ شاعر بھی تھے اور رضاؔ تخلص رکھتے تھے۔اُور آپ کے متبعین ''اعلیٰ حضرت'' اور فاضل بریلوی کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ آپ بہت سے علوم وفنون مروجہ میں دسترس رکھتے تھے۔ بعض علوم وفنون علما سے حاصل کیے اور بعض میں ذاتی مطالعہ اور غور وفکر سے مہارت حاصل کی علوم وفنون سے فراغت کے بعد تصنیف و تالیف، داس و تدریس اور فتویٰ نویسی میں مصروف ہوگئے۔

رضاؔ بریلوی بہت ذہین لکھاری تھے۔۵۰؍ علوم وفنون میں کثیر کتب آپ کی یادگار ہیں جو عربی، فارسی اور اُردو زبانوں میں ہیں۔ کتابوں کی صحیح تعداد کا اندازہ نہیں ہوسکا پچھلے کچھ سالوں میں ان پر بہت تحقیق ہوچکی ہے۔ ۱۸۸۷ء میں جبکہ اعلیٰ حضرت کی عمر ۳۰ سال تھی انہوں نے ۷۵ تصانیف مکمل کرلی تھیں۔ ۱۹۰۹ء میں جبکہ ۴۳ سال عمر تھی ۵۰۰ کتابیں مکمل ہوچکی تھیں۔ لیکن بد قسمتی سے ان کی تمام کتابیں میسر نہیں۔ پروفیسر عبدالشکور شاہ (کابل یونیورسٹی، افغانستان) کہتے ہیں۔''امام احمد رضا پر ریسرچ ورک ہو رہا ہے۔ یہ ضرورت پر منحصر ہے کہ ثقافت اور معاشرتی طور پر انڈیا پاکستان، افغانستان اور ایران میں اکھٹے اداروں میں کام کیا جائے۔''

۲۵ صفر المظفر ۱۳۴۰ھ؍ ۱۹۲۱ء کو جمعۃ المبارک کے دن ہندوستان کے وقت کے مطابق دو بج کر اڑ تیس منٹ پر عین اذان کے وقت امام احمد رضا نے اپنی جان جانِ آفریں کے سپرد کی۔ آپ کا مزار پرانوار بریلی شریف میں آج بھی زیارت گاہِ خاص وعام بنا ہوا ہے۔

رضاؔ بریلوی کی نعت گوئی

نعت واقعی ایک لائق تحسین صف سخن ہے سرکار دوعالم ﷺ نے اپنے نعت خواں ''حسان بن ثابت'' رضی اللہ عنہ کے لیے دعا فرمائی۔ لیکن یہ فن اتنا آسان نہیں جتنا دورِ حاضر کے بعض شعراء سمجھتے ہیں۔ امام احمد رضا نے ''الملفوظ'' میں اس کی تصریح کی ہے۔ اس کا خاص معیار ہے اس کی دونوں سرحدیں متعین ہیں شاعر کو ان دونوں کے درمیان سے ہو کر گزرنا پڑتا ہے اور یہی مرحلہ بڑا کٹھن اور نازک ہے۔ قدم قدم پر دشواری اور لغزش کا خطرہ ہے۔ البتہ اس قدم پر وہی لوگ لغزشوں سے محفوظ رہتے ہیں جو قرآن و حدیث کو مشعل راہ بناتے ہیں اسی اصول اور ضابطے کی بناء پر امام احمد رضاؔ بریلوی کا کلام ''کلام الامام امام الکلام'' کہلانے کے لائق ہے۔ آپ نے حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے نقشِ قدم کو اپنا رہبر بنایا۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں۔

میں ہوں اپنے کلام سے نہایت محفوظ!
بے جا سے ہے المنۃ للہ محفوظ!
قرآن سے میں نے نعت گوئی سیکھی
یعنی رہے احکام شریعت ملحوظ
توشہ میں غم و اشک کا ساماں بس ہے
فضاں دل زارحدی خواں بس ہے
رہبری نعت میں گرحاجت ہو
نقشِ قدم ''حضرت حسان'' ہے

ان کی نعت گوئی حرف تخیل زورمانی حسن ترکیب کی مرہونِ منت ہیں۔ بلکہ اس کا اصل ماخذ قرآن وحدیث ہیں۔ اور کلام میں لطافت عشق کی دھیمی دھیمی آنچ اور ہجر کی تڑپ بھی موجود ہے جو نعتیہ کلام کے حقیقی اوصاف ہیں۔[۷]

رضاؔ بریلوی دنیا کے کسی تاجدار کو ''تاجدار'' کہنا غلامی رسول ﷺ کے لیے توہین سمجھتے ہیں یہی وجہ ہے کہ آپ نے کبھی امیر، بادشاہ، نواب، حاکم وغیرہ کی مدح سرائی نہیں کی۔ قرآن و حدیث میں اس کا واضح ثبوت ہے کہ سید عالم ﷺ کی ذات پاک مجسمہ نور ہے۔ یہی نور وجۂ کائنات ہے۔ حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں''اول ماخلق اللہ نوری'' سب سے پہلے خدا نے میرا نور پیدا فرمایا ''وکل الخلائق نوری'' اور میرے نور ہی سے ساری خلقت کو وجود کی

روشنی ملی "وانا من نور اللہ" اور میں اللہ کے نور کا پرتو ہوں۔ رضاؔ بریلوی ایک نعت میں فرماتے ہیں:

چمک تجھ سے پاتے ہیں سب پانے والے
میرا دل بھی چمکادے چمکانے والے

بہر حال اس بیان سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ سرورِ کائنات مجسم نور ہیں اور یہ تمام اجسام ارضی واجرام فلکی آپ ہی کے نور سے موجود و منور ہوئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں صرف ہماری گناہ گار آنکھوں کو انہیں دیکھنے کی تاب نہیں۔ امام احمد رضا فرماتے ہیں۔

تو زندہ ہے واللہ تو زندہ ہے واللہ
مرے چشم عالم سے چھپ جانے والے

نعت گوئی حضرت رضا بریلوی کے خمیر میں گندھی ہوئی تھی اور اپنوں نے اس کو اپنے لیے سعادت سمجھا شاعری میں کسی کو استاذ نہ بنایا فیض رب قدیر سے کارگر فکر میں انجم ڈھلتے رہے۔ دیکھنے والے دیکھ کہ جھومتے رہے۔

جبین طبع ناسودہ داغ شاگردی سے
غبارِ منتِ اصلاح سے ہے دامن دور

حضرت رضا بریلوی کی نظر میں وہی آنکھ، آنکھ ہے جو ان کا دیدار کرتی رہے، وہی لب، لب ہیں جو ان کی مدح سرائی کرتے رہے، وہی سر، سر ہے جو ان کے آگے جھکتا رہے اور وہی دل، دل ہے جو ان پر قربان ہوتا رہے وہ ہند میں رہتے تھے مگر مدینہ میں بسے تھے۔ جسم یہاں، خیال وہاں۔ دماغ یہاں، خیال وہاں۔ سینہ یہاں، دل وہاں۔

جان و دل ہوش و خرد سب تو مدینے پہنچے
تم نہیں چلتے رضاؔ؟ سارا تو سامان گیا

فارسی نعتوں کی یہ بلندیاں کہ نورالدین عبدالرحمٰن جامؔی جیسا باکمال نعت گو شاعر بھی حیران نظر آتا ہے۔

طوطئی افغیاں، سن کلام رضاؔ
بے زبان، بے زبان، بے زبان ہوگیا

اعلیٰ حضرت نے ہر صنف شاعری پر طبع آزمائی کی لیکن عجب بات یہ ہے کہ ہر جگہ نعت ہی کی جھلک نظر آتی ہے۔ ان کے دیوان "حدائق بخشش" کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کو عربی، اردو، فارسی، ہندی وغیرہ میں شعر گوئی پر پورا عبور حاصل تھا۔ ہم یہاں رضاؔ بریلوی کی تحریر کردہ ایک فارسی نعت اور پھر اس کا اُردو ترجمہ پیش کررہے ہیں اور پھر اس کا فنی ولسانی جائزہ پیش کیا جائے گا۔

کلام فارسی

زعکست ماہِ تاباں آفریدند
زبوئے توگلستاں آفریدند
نہ از بیر تو صرف ایما ینانند
کہ خود بیر تو ایمان آفریدند
صباراست از بو یت برسو
چناں افتاں وخیزاں آفریدند
برای جلوۂ لک گلبن ناز
ہزاراں باغ وبستاں آفریدند
زمہر تو مثالی برگر فتند
وزاں میر سلیماں آفریدند
چوانگشت تو شد جولاں دہ
قمر دا برقرباں آفریدند
زلعل نوش خند جانفرایت
زلال آب حیواں آفریدند
نہ غیر کبر یا جان آفرینی
نہ خود مثل تو جاناں آفریدند
پی نظارۂ محبوب لایوت
جنیت آہنہ ساں آفریدند
بنا کر دند تا قصہ رسالت
تراشمع شبستاں آفریدند

زمہر وچرغ بیرخوان جودت
عجب قرص ونمکداں آریدند
زحنت تابہار تازہ گل کرد
رضا ہت را غزل خواں آفریدند[۵]

اُردو ترجمہ

(۱) میرے عکس سے چمکتے ہوئے چاند کو پیدا کیا تیری خوشبو سے باغ کو بنایا، پیدا کیا۔

(۲) آپ ﷺ کے لیے ایمان کا استعمال کرنا ہی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے خود آپ ﷺ کے لیے ایمان پیدا فرمایا۔

(۳) تیری خوشبو نے صبح کے وقت چلنے والی ہوا کو ملت کر دیا۔ اس طرح گرتی پڑتی ہوئی پیدا کیا، بنایا۔

(۴) گلاب کے درخت کی ادا کے ایک جھلک کے لیے ہزاروں باغ اور گلستان پیدا کیے۔ فرمائے۔

(۵) اور اس سے حضرت سلمان علیہ السلام کی محبت کو پیدا فرمایا۔

(۶) تیری انگلی ہو گئی چمکتی ہوئی دس بجلیوں کی طرح چاند کو قربان کرنے کے لیے پیدا کیا گیا۔

(۷) ہیرے جواہرات اپنی خوشی تجھ پر قربان کرتے ہیں پر اُن کی جان تم پر فدا ہے۔ لپٹی سے آب حیات پیدا کرتے ہیں۔

(۸) نہ کسی غیر اللہ کے لیے جان پیدا کی اور نہ آپ جیسا کوئی محبوب پیدا کیا

(۹) محبوب لاھیوت / خداوندی / کے نظارے کی خاطر تیری جبین کو آئینے جیسا پیدا فرمایا۔

(۱۰) بنیاد رکھی قصد رسالت تک کی اور تجھے شمع شبستاں (راتوں کی شمع) پیدا کیا۔

(۱۱) آسمان اور چاند سے تیری سخاوت کے دستر خوان کے لیے حیرت انگیز ٹکیہ اور نمکداں پیدا فرمائے۔

(۱۲) تیرے حُسن سے بہار کے پھول کو تازہ کر دیا اور تیرے رضؔا کو غزل کہنے والا پیدا کیا۔

تفہیم کلام

نعت جیسا کہ سب جانتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کی شانِ مبارک میں پیش کی جاتی ہے۔

(۱) نبی کریم ﷺ کے عکس مبارک سے چمکتے ہوئے چاند کو پیدا فرمایا یعنی اللہ تعالیٰ نے اور آپ ﷺ کی خوشبو سے باغ کو پیدا فرمایا یعنی تمام باغ و پھول نبی کریم ﷺ کے لیے پیدا فرمائے۔

(۲) امام احمد رضا فرما رہے ہیں کہ اسلام صرف نبی کریم ﷺ کی وجہ سے بنایا گیا اور ایمان کا استعمال بھی نبی کریم ﷺ کی وجہ سے پیدا فرمایا گیا۔

(۳) آپ ﷺ کی خوشبو نے ہوائے صبح کو مست کر دیا یعنی آپ ﷺ کی خوشبو اتنی خوبصورت ہے کہ ہوائے صبح بھی مست ہو گئی۔ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کا عقیدہ واضح نظر آرہا ہے۔ انہوں نے نبی کریم کی شان میں عرض کیا:

وَاَحْسَنُ مِنْكَ لَمْ تَرَ قَطُّ عَيْنِى
وَاَجْمَلُ مِنْكَ لَمْ تَلِدِ النِّسَآءِ
خُلِقْتَ مُبَرَّا مِنْ كُلِّ عَيْبٍ
كَاَنَّكَ قَدْ خَلَقْتَ كَمَا تَشَاءُ

اے میرے آقا آپ ﷺ جیسا حسین تو میری آنکھ نے آج تک دیکھا ہی نہیں اور دیکھے کیسے کہ آپ ﷺ جیسا حسین و جمیل کسی ماں نے جنا ہی نہیں آپ ﷺ تو ہر عیب سے پاک پیدا کیئے گئے گویا اپنی مرضی سے بنائے گئے۔

(۴) نبی کریم ﷺ کی ایک جھلک دیکھنے کے لیے ہزاروں باغ اور گلستان پیدا فرمائے یعنی گلاب کا درخت کہا گیا ہے نبی پاک ﷺ کو۔

(۵) نبی پاک ﷺ کی محبت کی مثال سے حضرت سلیمان علیہ السلام کو پیدا فرمایا۔

(۶) نبی کریم ﷺ کی انگلی مبارک دس بجلیوں کی طرح ہو گئی یعنی اس سے اتنی زیادہ روشنی نکلی اور چاند کو نبی کریم ﷺ پر قربان کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے بنایا۔

(۷) نبی کریم ﷺ کی فضیلت سے اور اُن کے لیے صاف اور شیریں پانی یعنی لپتی سے آبِ حیات پیدا کیا۔ ہیرے جواہرات بھی اپنی تمام

خوشی تجھ پر قربان کرتے ہیں۔

(۸) آپ ﷺ کو کسی غیر اللہ یعنی کفر کے لیے پیدا نہیں فرمایا اور نہ ہی آپ ﷺ جیسا کوئی اور محبوب پیدا فرمایا یعنی آپ ﷺ جیسا کوئی دوسرا نہیں ہے۔ اعلیٰ حضرت ایک اور جگہ فرماتے ہیں۔

اک طرف اعدائے دیں ایک طرف حاسدین

بندہ ہے تنہا شہاتم پر کروروں درود

(۹) اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے محبوب کو اپنے لیے پیدا فرمایا۔ یعنی اپنے نظارے کے لیے۔ آپ ﷺ کی جبین مبارک کو آئینہ جیسا پیدا کیا۔

(۱۰) یعنی قصر رسالت تک کی بنیاد رکھی اور آپ ﷺ کو رات کی روشنی پیدا فرمایا یعنی اندھروں میں اُجالا پیدا فرمایا۔ آپ ﷺ کو اپنا آخری پیغمبر بنا کر بھیجا اور اجالا پیدا کر دیا۔

(۱۱) آسمان سے چاند کو نبی پاک ﷺ کے لیے دستر خوان بنا دیا اور عجیب و غریب ٹکیہ یعنی سورج اور نمکداں پیدا فرمایا یعنی ہر چیز نبی پاک ﷺ کے لیے پیدا فرمائی۔

(۱۲) آخری شعر میں اعلیٰ حضرت فرمارہے ہیں کہ نبی پاک ﷺ کے حُسن مبارک سے بہار کے پھول کو تازہ کہ دیا اور تیرے رضاؔ کو یعنی اعلیٰ حضرت نے اپنا تخلص استعمال کیا ہے کہ ان کو غزل کہنے والا پیدا فرمایا۔

کلام کا فنی و لسانی جائزہ

عبادات کے جس طرح کچھ آداب مقرر ہیں اسی طرح نعت کے بھی آداب مقرر ہیں کچھ حدود ہیں، جن میں رہ کہ نعت گوئی کرنا بہت دل گُردے کا کام ہے۔ اضاف سخن میں نعت ہی ایسی صف ہے جو بے حد مشکل اور دشوار ہے اور جس کی توفیق، توفیق ایزدی سے نصیب ہوتی ہے۔ نعت کے تقاضوں کو پوری طرح وہی نبھا سکتا ہے۔ جو کہ نبی کریم ﷺ سرکار دوعالم سے سچی محبت رکھتا ہو۔ اور علم شریعت سے بھی پوری طرح آگاہ ہو۔

احمد رضا بریلوی عربی اُردو فارسی تینوں زبانوں پر قدرت رکھتے تھے لہذا وہ ان تینوں زبانوں کا استعمال بڑی خوبصورتی سے کرتے ہیں۔ مندرجہ بالا نعت میں اعلیٰ حضرت نے علم معنی و بیان کا استعمال بڑی بصورتی سے کیا۔ مراعات النظر، تلیصح، تشبیعات کا جابجا استعمال نظر آتا ہے۔ جیسا کہ پہلے شعر میں مراعات النظر تاباں، گلستان کا استعمال کیا ہے تیسرے شعر میں مراعات النظر + متضاد کا استعمال کیا گیا ہے۔ جیسے گلبن اور سبتاں۔ پانچویں شعر میں تلمیح بیان کی ہے۔

زمر تو مثالی برگر فتند

وزاں مہر سلیماں آفریدند

یعنی حضرت سلیمان علیہ السلام کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ چھٹے شعر میں تشبیع بیان کی گئی ہے انگشت، جولاں۔ یعنی آپ ﷺ کی انگلی مبارک کو دس چمکتی ہوئی بجلیوں سے ملایا گیا ہے۔

ساتویں شعر مین تلمیع بیان کی گئی ہے۔

زلعل نوش خند جانفز ایت

زلال آب حیواں آفریدند

جس میں حضرت خضرعلیہ السلام کے بارے میں بیان کیا گیا ہے۔ گیارھویں شعر میں مراعات النظر کا استعمال کیا گیا ہے مہرو چرخ آسمان اور چاند رضا بریلوی نے الفاظ کی پیوند کاری معنی و تراکیب کے حوالے سے بہت خوبصورت اور موزوں کی ہے۔

حواشی

۱ صدیقی شبلی، ڈاکٹر، محمد ریاض، ڈاکٹر، مختصر ترین تاریخ

۲ (حدیقۃ الھدایت، صفحہ نمبر ۱۸۲)

۳ شعر العجم، شبلی نعمانی، جلد ۱، ص ۱۶

۴ (دیوان خاقانی، صفحہ نمبر ۲۳۷)

۵ (مثنوی مخزن الاسرار، صفحہ نمبر ۳۸)

۶ (دیوان جامی، صفحہ نمبر ۷۶)

۷ ڈاکٹر عبد النعیم عزیزی، اُردو نعت گوئی اور فاضل بریلوی، ص ۴۵۹

۸ احمد رضا بریلوی، امام، حدائق بخشش

***

خامۂ رضاؔ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شان میں فارسی منقبت

طاہرہ سلطانہ (ریسرچ اسکالر، اورینٹل کالج پنجاب یونیورسٹی، لاہور)

اشعار کے ذریعے کسی کی تعریف کرنے کو منقبت کہتے ہیں۔[۱] فارسی زبان میں منقبت نویسی کی روایت برسوں سے چلی آرہی ہے اور فارسی زبان سے بہت سے شعرا نے اس صنفِ سخن میں طبع آزمائی کی ہے ان میں سے چند مشہور شعرا حکیم سنائی، حافظ شیرازی، عرفی شیرازی، فردوسی، غالب، اقبال اور احمد رضا خاں بریلوی ہیں۔

حضرت رضاؔ بریلوی

مولوی احمد رضا خان بریلوی ابن مولوی نقی علی خان بن مولوی رضا علی خان متوطن بریلی ۱۰ شوال ۱۲۷۲ھ میں پیدا ہوئے۔ چار سال کی عمر میں قرآن کی تعلیم سے فراغت حاصل کرلی اور چھ سال کی عمر میں ایک مجمع کثیر کے سامنے ربیع الاوّل کے مہینے میں منبر پر میلاد شریف پڑھا، تمام درسی علوم معقول و منقول کی تحصیل والد ماجد سے کی۔ ۱۴ شعبان ۱۲۸۶ھ کو فارغ التحصیل ہوگئے اور اسی دن رضاعت کے استفتا کا جواب لکھا۔ ۱۲۹۴ھ میں شاہ آل رسول مارہروی سے بیعت ہوئے اور تمام سلسلوں کی اجازت و خلافت اور سندِ حدیث حاصل کی۔ سید احمد زینی دہلان مفتی شافعیہ اور عبد الرحمٰن سراج مفتی حنفیہ سے حدیث، فقہ، اصول، تفسیر اور دوسرے علوم کی سند حاصل کی۔[۲]

۵۰ علوم وفنون میں ہزار سے زیادہ کتب و رسائل آپ سے یادگار ہیں۔ بے شمار تلامذہ آپ سے مستفید ہوئے۔[۳] آپ کا فیض بابرکت آج بھی جاری و ساری ہے۔ امام احمد رضا خان ۲۵ صفر المظفر ۱۳۴۰ھ کو اس دنیائے فانی سے عالم جاودانی کی طرف مراجعت کر گئے۔[۴] مولانا موصوف نے اپنے وصال سے قبل الہامی طور پہ قرآن مقدس کی مندرجہ ذیل آیت کریمہ سے اپنی وفات کا مادہ تاریخ نکالا:

ویطاف علیهم بانیة من فضة و اکواب[۵]

امام احمد رضا کو فارسی زبان وادب میں مہارت صرف نثر نگاری کی حد تک نہ تھی بلکہ اسی زبان کے ایک زبردست قادر الکلام شاعر بھی تھے۔ اور جس برجستگی کے ساتھ آپ نے اردو میں شاعری کی ہے، وہی برجستگی ان کی فارسی شاعری میں بھی پائی جاتی ہے، تشبیہات کا استعمال، محاورات، استعارات کی بندش نظم کلام میں جس حسن و خوبصورتی کے ساتھ آپ نے کی اس کی مثال نہیں ملتی۔

امام احمد رضا نے شاعری کے ان تمام اصنافِ سخن پر طبع آزمائی کی ہے جس پر اس زمانے کے شعرا اپنی اپنی صلاحیتیں صرف کرتے رہے۔ حمد ہو یا نعت، قصیدہ ہو یا منقبت غزل ہو یا رباعی اور قطعات جیسے اصناف پر ان کی شاعری کا بیشتر حصہ شامل ہے۔ انہی اصناف میں سے ایک صنفِ سخن منقبت بھی ہے۔ امام احمد رضا خان نے چار منقبتیں لکھیں جو آپ کے دیوان ''حدائقِ بخشش'' میں شامل ہیں۔ آپ نے یہ مناقب حضرت مولیٰ علی کرم اللہ وجہہٗ، حضور سیدنا غوث اعظم اور حضرت آل احمد اچھے میاں کی شان میں کہے۔ انہی میں ایک منقبت جو کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کی مدح میں ۱۵ اشعار میں لکھی ہے ذیل میں اس منقبت کا نمونہ اور ترجمہ پیش کیا جارہا ہے۔

کلام

السّلام ای احمدت صہر و برادر آمدہ
حمزہ سردارِ شہیداں عمّ اکبر آمدہ

جعفری کو می پرد صبح و مسا با قدسیاں
با تو ہم مسکن بہ بطن پاکِ مادر آمدہ

بنتِ احمد رونق کاشانہ و بانوی تو
گوشت و خونِ تو بخمش شیر و شکر آمدہ

ہر دو ریحانِ نبی گلہای تو زاں گل زمیں
بہرِ گل چینت زمینِ باغ برتر آمدہ

می چیدی گلبنا در باغِ اسلام و ہنوز
غنچہ است نشگفت و نَی نخلی دگر بر آمدہ

نرم نرم از بزمِ دامن چیدہ رفتہ باد تند
یا علی چوں بر زبانِ شمع مضطر آمدہ

ماہِ تاباں گو متاب مہرِ رخشاں گو مرخش
باختر تا خاور اسمت نورِ گستر آمدہ

حل مشکل بروئ من درِ رحمت کشاد
ای بنامِ تو مسلم فتحِ خیبر آمدہ
مرحبا ای قاتلِ مرحب امیر الاشجعین
در ظلالِ ذوالفقارت شورِ محشر آمدہ
سینہ ام را مشرقستان کن بنورِ معرفت
ای کہ نامِ سایہ ات خورشیدِ خاور آمدہ
کی رسد مولیٰ بمہرِ تابناکت نجمِ شام
گو بنورِ صحبتِ اُو صبحِ انور آمدہ
ناصبی را بغض تو سوی جہنم رہ نمود
رافضی از حبِ کاذب در سقر در آمدہ
من ز حق می خواہم ای خورشیدِ حق آں مہرِ تو
کز ضیائش عالم ایماں منور آمدہ
بہرِ استر چادرِ مہتاب وایں زریں پرند
نا پذیرائے گلیمِ بختِ قنبر آمدہ
تشنہ کامِ خود رضائے خستہ را ہم جرعہ
شکر آن نعمت کہ نامِ شاہِ کوثر آمدہ[٦]

ترجمہ

(۱) سلام اے احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کہ بھائی اور داماد آئے، بزرگوار چچا سید الشہدا حضرت حمزہ آ گئے۔
(۲) وہ جعفر جو صبح و شام فرشتوں کے ساتھ اڑتے رہتے ہیں۔ وہ بھی آپ کے ساتھ ماں کے پاکیزہ شکم میں آئے۔
(۳) احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی، گھر کی رونق جو کہ آپ کی زوجہ ہیں، آپ کے گوشت اور خون سے اس کے گوشت میں دودھ اور مٹھاس آئے۔
(۴) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں ریحان آپ کے پھول ہیں۔ اور ان سے زمیں کے پھول ہیں اور اس پھول کو چننے کے لئے زمین کا باغ اوپر آیا۔
(۵) گلاب کے پھول کا درخت اسلام کے باغ میں ناز و ادا سے چلتا تھا اور تیری کلی ابھی تک نہیں کھلی اور نہ ہی کوئی دوسرا درخت آیا۔
(۶) تیز ہوا آہستہ آہستہ محفل سے کنارہ کشی اختیار کر گئی جب شمع مضطر کی زبان پر 'یا علی' آ گیا۔
(۷) چمکتے ہوئے چاند سے کہہ دو کہ مت چمکے اور روشنی دینے والے سورج سے کہہ دو کہ مت روشنی دے۔ مشرق سے مغرب تک آپ کا اسمِ گرامی نے نور پھیلا آیا۔
(۸) مجھ پہ رحمت کا دروازہ کھولیئے اور میری مشکلات حل فرمایئے، جیسا کہ آپ نے خیبر کے مسلمانوں پر کھول دیا تھا اور مسلمانوں کی مشکلات دور ہو گئی تھیں۔
(۹) خوش آمدید! اے مرحب (ایک شہ زور بہادر جو عہدِ اسلام میں، جنگِ خیبر میں امیر المومنین حضرت علی کے ہاتھوں مارا گیا) کے قتل کرنے والے شجاعوں کے امیر آپ کی تلوار ذوالفقار کے سائے میں قیامت کا شور برپا ہو گیا۔
(۱۰) میرے سینے کو معرفت کے نور سے مشرقستان بنا دیں۔ آپ کا نام مشرق کے سورج کے لیئے سایہ بن کے آیا۔
(۱۱) اے مولیٰ تیرے چمکدار سورج تک شام کے ستارے کب پہنچے ہیں۔ گویا ان کے نور سے ملاقات کو پر نور صبح سے آئے۔
(۱۲) ناصبی کو آپ کے بغض نے جہنم کی راہ دکھائی۔ کو جھوٹی محبت دوزخ میں لانے کا موجب ہوئی۔
(۱۳) میں حق سے یہ چاہتا ہوں کہ اے خدا کے سورج کہ تیری روشنی سے عالمِ ایماں منور ہو گیا۔
(۱۴) پردے کی چادر کے لئے چاند اور چمکدار ریشمی کپڑا، بخت کی گدڑی کو قبول نہ کرنے والے قنبر (حضرت علی رضی اللہ عنہ کے غلام کا نام) آئے۔
(۱۵) رضاؔ پیاسا ہے اور تھکا ماندہ ہے اسے بھی ایک گھونٹ آپ سے میسر ہو۔ اس نعمت کے شکریے میں کہ آپ کا نام نامی شاہِ کوثر آیا ہے۔

حواشی

۱۔ ویب گاہ وکی پیڈیا
۲۔ رحمٰن علی، تذکرہ علمائے ہند: ص ۹۸،۹۹
۳۔ مصطفیٰ رضا خاں، مفتیٔ اعظم ہند، ملفوظات، حامد اینڈ کمپنی لاہور، ص ۲
۴۔ عبد النعیم عزیزی، ڈاکٹر 'اردو نعت گوئی و فاضل بریلوی، ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کراچی، ۲۰۰۸، ص ۲۱۹
۵۔ القرآن الکریم: سورۂ دہر: آیت ۱۵
۶۔ احمد رضا خاں، مولانا، حدائقِ بخشش، شبیر برادرز لاہور، ص ۲۷ تا ۴۷
۷۔ رافضی (شیعوں کے مشہور گروہ کا نام ان لوگوں نے حضرت زید بن علی بن امام حسین رضی اللہ عنہم کے ہاتھ پر بیعت کی اور ان سے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کو جو ہمیشہ ان کے ممد و معاون رہے ہیں، کیونکر برا کہہ سکتا ہوں اس پر ان لوگوں نے صرف ان کا ساتھ ہی نہ چھوڑا بلکہ بے وفائی سے پیش آئے اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ حضرت زید حجاج بن یوسف کے ہاتھ سے شہید ہوئے)

فتحِ خیبر (۱۳۰۰ھ)

از: امام احمد رضا محدث بریلوی
مرتبہ: محمد شاہ قادری فیاضی بریلوی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد لمن یوکل الامرالیه ویتوکل العبد علیه والصلاۃ والسلام علی من الفضل بیدیه واله و صحبه المرضین لدیه آمین امابعد فقیر اوّاہ سراپا گناہ بندہ محمد شاہ قادری فیاضی بریلوی عفا عنہ اللہ خدمت ارباب خبرت واصحاب فطنت مین عرض رسا کہ اس زمانہ پر آشوب و فساد مین جہان اور ہزار طرح کی بد مذہبیان برہم زن خانۂ دین و ایمان ہین اعاذنا اللہ تعالیٰ من شرھن جمیعا وہان اکثر عوام کے قلوب مین تشیع کی رگ خفی نے جنبش کی ہے کہ مسئلہ تفضیل حضرات عالیہ شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما مین عقیدۂ مجیدۂ اہل سنت و جماعت نصرہم اللہ تعالی سے جبپر آیات صریحہ و احادیث صحیحہ و خود ارشادات طیبات حضرت جناب مولی علی کرم اللہ وجہہ ناطق اور زبان برکت نشان حضرت صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے آجتک اجماع الحق ثابت محقق درپردہ تاویل و تحویل و تصریف عدول محض کی ٹھہری ہے فضل شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو سیاست و خلافت و ملک داری و ملک گیری وغیرہا امور ظاہریہ پر مقصور اور قرب آلہٖ و کرامت عنداللہ مین حضرت جناب مرحب کش خیبر کشا کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کی زیادت و فریت مقبول و منصور ٹھہراتے ہین اور غضب یہہ کہ اپنے اس معنی تراشیدہ کو محمل نصوص افضلیت و محصل عقیدۂ اہل سنت بناتے ہین کاش اس عقیدۂ جدیدہ کو اپنی ہی طرف نسبت کرتے اور جمہور ائمہ اہل سنت کے سر نہ دہرتے مگر بحمد اللہ سنیت وہ میٹھا میٹھا پیارا پیارا نام ہے جسے یک لخت چھوڑ دینا بہی ذرا مشکل کام ہے وما کان اللہ لیذ المومنین علی ما انتم علیه حتی بمیزالخبیث من الطیب حق سبحانہ وتعالیٰ کی رحمت کہ اوسنے حضرات کی اس خلط ملط کو بجا نہ رکہا اور علمائے دین کی سعی مشکور سے دودہ کا دودہ پانی کا پانی کر دیکھایا یا حضور پُرنور غوث الاسلام والمسلمین حجۃ اللہ فی الارضین طرازدامن شریعت بہارگلشن حقیقت جامع فضائل معنوی و صوری حضرت سیدنا و مولینا سید ابوالحسین احمدنوری میانصاحب قادری برکاتی احمدی رسولی مارہروی تاجدار سرکار مارہرہ منورہ دام اللہ تعالیٰ ظلال جلالھم علینا نے رسالہ ''دلیل الیقین من کلمات العارفین'' مین اقوال اولیاء سلف و اصفیاء خلف جمع فرماکر مذہب حق پر عرش تحقیق مستقر فرمایا اور عامی جاہلونکا وہ خیال ضلال کہ معاذاللہ ائمہ طریقت بر خلاف اہلسنت قرب آلہٖ و کرامت و جاہ مین تفضیل حضرات شیخین نہین مانتے یکسر مٹایا اور حضرت استاذنا و ملاذنا عالم دقیق النظر فاضل سنیت پرور نونہال دودمان فضائل فاضل ابن الفاضل ابن الفاضل حضرت مولینا مولوی احمد رضا خانصاحب قادری برکاتی احمدی رسولی بریلوی دام بالغرو المجد و الرّشد و صبن من شرحاسد اذا حسد نے خاص اپنی تحقیقات رائقہ و تدقیقات فائقہ سے ایک سِفر عظیم و کتاب ضخیم تصنیف فرمائی جسکی لطافت مبانی و متانت معانی وناز کی تدقیق و تازگی تحقیق دیکھ کر مخالف منصف بہی انشاء اللہ تعالی بیساختہ پکار اوٹھے کہ لاعطر بعد عروس

ع کم ترک الاول لاخر
ع ذوق این می نشناشی تا بحدا نچشی

ذلك فضل اللہ یوتیه من یشاء واللہ ذوالفضل العظیم جب اِن کتب کا تصنیف ہونا مشتہر ہوا تعصب سے خدا بچائے سمجہے کہ روشن علمی مین تو مجال مقاومت نہین افترا و بہتان پر اوتر آئی طرح طرح کے اقوال فاسدہ و عقائد کاسدہ جسکے سننے سے ہر سُنی مسلمان کو حیرت ہو حیرت کیسی سخت نفرت ہو اس فرقہ ناجیہ کیطرف نسبت کی کہ کسیطرح قلوب عوام انکی طرف سے پھر جائین اور انکی بات سُننے سمجہنے سے باز آجائین کذاب الذین فلوامن قبلھم واللہ المستعان علی ما یصفون بحمد اللہ ہمیشہ اون اکاذیب کی منتہائے سند ان حضرات کی زبان ہی رہی کہبی کوئی دلیل قائم کرنا نصیب نہوئی بعض جلد باز جنہین حضرت سے عقیدت خاص و نسبت اختصاص

نہی اگرچہ مجرد بیان پر ایمان لائے مگر جس حق طلب نے ادہر کے علما سے تحقیق کیایا اونکی تحریرات کو دیکہا وہ ان افتراون پر لاحول ہی پڑہ کر اوٹھے واللہ یحق الحق بکلمتہ ولو کرہ المبطلون ادہر حضرت استاذنا مولینا رضا مدظلہ نے حسب استدعاء اکابر و عمائد فرقۂ تفضلیہ ایک خبر پر اپنا خلاصہ عقائد دستخط خاص سے تحریر فرماکر مھر لگا کر اونکے پاس بہیجدیا جسکے بعد چند روز تک عجب شور و غوغا رہا کہ علما جمع ہونگے اور اس تحریر کا جواب لکہا جائیگا ہم مشتاقون کے بہی دلمین جوش تھا کہ خدا کرے کسیطرح ہمت کر جائین شورش ساختہ کی چڑہی ہوئی ندیان بیساختہ اوتر جائین مگر توبہ الہی چار برس گزرے ادہر سے صدائے بر نخاست

ع کچہہ ایسا سوئے ہین سونے والے کہ حشر تک جاگنا قسم ہے

اب واقعۂ تازہ کا حال سنیے مرغ ہمت حضرات از آشیانِ عزیمت پریدن وبہ پروازِ اولین طعمۂ شاہین آہنین چنگالِ گردیدن اب کوئی پانچ مھینے ہوئے کہ سالہا سال کے مشورومین یہی ٹھہری کہ فتح و شکست تو خدا کے ہاتھ ہے عار مغلوبی نہین اوٹھائی جانی لاؤ جہان جہان اپنے موافقین ہین سبکو جمع کرکے ایکبار ان یھیلواعلیکم ملة واحدة کا رنگ تو جمادین پھر جیسے گزریگی دیکہی جائیگی اور ادہر یہہ بہی دیکہہ لیا تہا کہ حضرت مولینا مدظلہ العالی محض تنہا ہین اور اوس پر مرض چشم و درد سینہ علاوہ منضجین ہورہی ہین مسہل کا ارادہ ہے اوپر سے بڑی پیش بندی یہہ سوچ رکہی تہی کہ جیسے بن پڑے زبانی تقریر کی ٹھہرایئے جب ہماری دس پندرہ آوازین مختلف بولیان چار جانب سے ہجوم کرینگی پھر نقار خانہ مین طوطی کی آواز کون سُنتا ہے اگر پریشان ہوکر چپ ہی رہے تو بہی ہین یونہی ہمارا غلبہ ہے یہہ بہی نسہی تو گفتگو مین کہنا مکرنا بکہرنا بپھرنا گرم ہونا گرم کرنا ہزار پھلو ہین اور شاید یون بہی نہ چلی اور مخالف کہ بحمد اللہ سخت زبردست ہے غالب ہی آیا تو زبانی معاملہ کس نے دیکہا کس نے جانا اوڑا دینگے کہ ہمین نے غلبہ پایا اب کوئی تحریر تو ہی ہے نہین جسے وہ پیش کرکے ہمین جہوٹا کر دکہائینگے انتہا یہہ ہے کہ وہ اپنا غلبہ بیان کرینگے ہماری زبان کس نے روکی ہے یون یہی ضبط ہوکر رہ جائیگا ان ذریعوں سے پیش خود ہر طرح اپنی جیت سمجہکر حضرت مولینا مدظلہ العالی کو پیام مناظرہ دیا اور موافقین کو خطوط روانہ ہوئے اللہ کی عنایت سے مشاہیر علما تو ھندوستان سے لیکر حرمین شریفین و مصر و روم و شام و یمن و مغرب تک سب ہماری ہی طرف ہین حضرات کو علما ملتے کہانسے مگر خیر وہ جو کچہہ بہم پھونچے شروع جمادی الآخرہ تک جمع ہوئے جنکے سرکردہ و سرگروہ گویا شفیقنا مولوی محمد حسن صاحب سنبھلی تھے حضرت مولینا مدظلہ نے باوجود تنہائی و علالت بحکم الذین قال لھم الناس ان الناس قد جمعوا لکم فاخشوھم فزادھم ایمانا وقالوا حسبنا اللہ و نعم الوکیل تصفیہ حق بنہایت رغبت قبول فرمایا اور اول ہی بار ارشاد فرمایا کہ ہم ہر طرح تحریری پسند کرتے ہین حضرات نے اول رقعہ جو بہیجا پھلی بسم اللہ افترا سے شروع کی کہ آپنے تو مناظرہ زبانی کو کہا تہا جب اودہر سے گفتگوے سابق یاد دلائی گئی اور جمع خرچ زبانی کی مفاسد بدلائل قرآن و حدیث ثابت کئے گئے تو بدقت تمام نہایت مجبوری سے تحریر ماننا پڑی اور وہ خیالات جو اول دلمین جما چکے تھے جنکے بھروسے پر خواہی نخواہی اپنی ہی فتح سمجہہ رکہی تہی بحمد اللہ ایک ہی وار مین جانے کہان سے کہان گئے پھر تو لیلائی غیرت کے گیسو گندھے شدت پیچ و تاب کے لام بند ہے غیظ و غضب کے نشان بڑہ چلے طیش و خفت کے پھرھرے کہلے نفیر حمایت نے طبل جنگ بجایا طنطنہ حسیت نے گُر کاسنایا لشکر پسینہ جھوم جھوم کر بڑہا غبار کینہ آسمان تک چڑہا

ز گر و تعصب دران پہن دشت
زمین شش شد و آسمان بست گشت

اے بارآلہٰ تیری پناہ آب تو خدا دے اور بندہ لے ہمین تو تقریر ہی پر چنین و چنان ظن و گمان ہوا تہا یہان تحریر مین کونسا دقیقہ غایت رزانت و نہایت متانت کا اوٹھا رکہا خود فرمانا[1] خود پلٹ جانا[2] آپ ہی قول[3] آپ ہی عدول[4] بگڑنا سنبہلنا[5] بکہرنا مچلنا پینترے[6] بدلنا بچ کر نکلنا پیمان[7] شکنی وفا دشمنی بلکہ تصریحاً[8]

---

[1] رقعہ دسب ہفتم جمادی الآخرہ شب یکشنبہ وقت ۱۰ ساعت ۱۲

[2] رقعہ ہفتم جمادی الآخرہ روز یکشنبہ وقت ۲ ساعت ۱۲

[3] رقعہ دوم جمادی الآخرہ وقت عصر ۱۲

[4] رقعہائے مابعد ۱۲

[5] یہہ تو اول سے آخر ہی تک رہا ۱۲

[6] ہمہ رقعہا از ہفتم جمادی الآخرہ تا آخر مناظرہ

[7] رقعہ شب یازدہم شب پنجشنبہ وقت ۷ ساعت ۱۲

لکہدینا کہ اب ہمین و عدے پر قیام نہین عہد کا نباہنا ہمارا کام نہین ایک بات[9] مدلل رد سمجہہ لینابلا جواب پھر اوسی کو پیش کردیناشانہ ہلا ہلا[10] کر بات کیجیے جواب کے نام پر فاتحہ پڑھ لیجیے افترا[11] آغاز افترا انجام[12] اپنے گناہ کا[13] دوسرے پر الزام کبہی انجان[14] بنکر یہہ بہولی باتیں کہ ہم تو جانیں تحریر مین کسیکا نام نہ لکہین الزام ما لا یلزم[15] کی کثرت کبہی حریف[16] پریہہ جبروتی حکومت کہ ہماری خواہش کے مطابق وار کرو حملہ مین دوسرا طریقہ نہ اختیار کرو یعنی ہم چُہری سے لڑنا چاہین تو تلوار نہ لیجیۓ پالٹ پر آئین تو چاکی کیجیۓ یہانتک کہ شدہ شدہ تہذیب[17] بالائے طاق ادب اجل مشتاق غیظ و غضب[18] کا جوش طیش و خفت[19] کا فروش کبہی مناظرہ مین یارون کے جلسے کا رنگ کبہی بازاری گفتگو کا ڈھنگ کبہی ایک بات[20] پر اظہار پشیمانی دم کے دم مین[21] پھر وہی لن ترانی آج ارسال[22] مبادی کی درخواست کی لیجے صبح[23] ہوتے بحث ہی بدل دی ابہی مشرق مین سیر کررہے تھے ابہی دیکہو تو مغرب پر جادھمکے کچہہ ذرا خفت ہوتی تو کہتے ہم بحث[24] ہی معین نہین کرتے جب پھر گہبراہٹ اوٹہی تو وہی اگلا دم بھرتے

ازینہا دو صد حیلہ انگیختند
بھر حملۂ خون حق ریختند

جب حضرت فارس مضمار تحقیق غارس اشجاء مدقیق بندہ بارگاہ رسالت پناہی دشمن مخالفان شیر الہی

وہ عون یداللہ کا ناز پروز
وہ آجام صولت کا ضرغام غالب
وہ جسکی سنان دشمنوں کی زرہ سی
گہے قصۂ بازو نسج العناکب

اعنی حضرت استادنا وملاذنا مدظلہ و دام فضلہ نے یہہ رنگ ملاحظہ فرمایا کہ مخالف کچہہ سمجہکر میدان بدلتے اور مسئلہ تفضیل مین نزاع سے نکلتے ہین دو سادات کرام جلیل القدر معظم فریقین سے جو ابتداء سے واسطۂ گفتگو و رسائل بلکہ اس عقیدہ مین خود حضرت کیطرف مائل تھے ایک شہادت نامہ اس مضمونکا لکہوا کر کہ واقعی آجتک مابہ النزاع مسئلہ تفضیل تہا اور اسی کا تصفیہ مبنائے مناظرہ تہا اور اسکے سوا کسی مسئلہ کا ذکر نہ آیا تہا حضرات کیجذ متمین روانہ کیااور اوسکے ساتہہ بمقتضائے عالی ہمتی وعدہ متبرعانہ لکہہ بہیجا کہ حضرت جس مسئلہ مین نزاع ہورہی ہے اسے طے کرلیجیے بحث بدلنا شان عقلا نہین اور اسمین مباحثہ سے اجتناب ہو تو اتنا ہی لکہدیجے کہ یہہ مسئلہ طے ہولیا پھر کل سے جس مسئلہ مین چاہیۓ بحث فرمایۓ یہہ کیونکر ممکن کہ جس امر کی غرض سے مناظرہ منعقد ہوا اوسے بالکل ناتمام چھوڑ کر ایک اجنبی بات چھیڑ دی جائی یا بلمنصیفین اگر ایسا جائز ہو تو ھر جاہل اجہل ھر فاضل اجل کو عاجز کرسکتا ہے ایک بات مین بحث ہو جب طور اپنی طرف بڑے نظر آئین صاف اوس سے کنارہ کش ہوکر اور بات پیش کردی مقابل پر اسکا جواب واجب اگلی بحث دفعتہً غایب اسیطرح عمر بھر تبدیلین کرے آخر کہانتک تھکیگاتو وہی تھکیگانہ یہہ غرض اسمضمون کو طرح طرح لکہہ کر جواب چاہا وہان وہی حال رہا کہ کبہی اپنی اس حرکت پر نادم کبہی پھر اوسی چال پر قائم آخر بجبوری خاص ملا سنبھلیصاحب کے نام نامۂ نامی امضا فرمایا کہ حضرت وقت ضائع ہوتا ہے دیر نہ کیجیے آیئے ہم

---

۸ رقعہ دوم جمادی الآخرہ ۱۲
۹ از ابتدا تا رقعہ شب ہفتم واز نہم جمادی الآخرہ تا آخر ۱۲ ۱۲
۱۰ رقعہ ۲۸ جمادی الاولی روز شنبہ وقت عصر ۱۲
۱۱ رقعہ شب ہفتم ورقعہ روز ہشتم جمادی الآخرہ وقت نصف النہار ۱۲
۱۲ رقعہ دہم جمادی الآخرہ وقت ۱۱ ساعت ۱۲
۱۳ رقعہ دہم ۱۲
۱۴ رقعہ ہفتم جمادی الآخرہ روز یکشنبہ وقت ۲ ساعت ورقعہ ہشتم جمادی الآخر وقت صبح ورقعہ ہشتم وقت نصف النہار ۱۲
۱۵ رقعہ ہشتم وقت ۲ ساعت ۱۲
۱۶ رقعہ ہفتم جمادی الآخرہ وقت ۵ ساعت ۱۲
۱۷ رقعہ ہفتم وقت ۲ ساعت ورقعہ نہم جمادی الآخرہ بروز سہ شنبہ وقت ۸ ساعت ۱۲
۱۸ رقعہ ہشتم جمادی الآخرہ وقت نصف النہار ۱۲
۱۹ رقعہ ہفتم وقت ۲ ساعت وغیرہا ۱۲
۲۰ رقعہ مذکورہ وغیرہا ۱۲
۲۱ رقعہ شب ہفتم ۱۲
۲۲ رقعہ ثانیہ روز ہفتم ۱۲
۲۳ رقعہ دہم ۱۲
۲۴ رقعہ شب یازدہم شب پنجشنبہ وقت عشاء ۱۲

اورآپ اپنے فرض منصبی کو ادا کرین آج تیسرا دن ہے کہ ہماری طرف سی تحریر علمی جاچکی جواب کا انتظار ہے اب کوئی مرحلہ باقی نہین سوا اسکے کہ پاسخ عطا ہو یا اقرار خطا ہو وحسبنا اللہ ونعم الوکیل اس مضمونکا رقعہ بھیجکر امید واثق تہی کہ ملا صاحب بذات خود شاید اس قسم کی بے اعتدالیان پسند نفرمائین مگر حضرت نے تو سب سے بڑھ کرکارگزاریکی رقعہ پیشین مین جسقدر تہذیب و حق پسندی کے مرتبے پڑہے گئے تھے شاید حضرت کی تصریحات و تلویحات نے کچھہ ہی اوٹھا رکہے ہون اوراپنے اساتذہ کی شان مین بے ادبی آقایان نعمت سے سرتابی علاوہ اور کلمات غیظ غضب و شتم و سب و افزائے باطل و مہملات لاطائل کی تو شکایت ہی نہین کہ یہہ کچھہ آج نئ نہین ہمیشہ اہلحق اپنے مخالفون سے یہی صلہ پاتے رہے ہین مگر سب سے زیادہ مزے کی بات تو یہہ ہے کہ اسی جواب مین صاف کانون پر ہاتہہ دھرگئے کہ نہ مجھے مناظرہ منظورنہ مین مناظرہ کے لئے آیا اب حضرت سے کون کھے کہ حضرات بریلی نے خدا جانے اپکو کیون بلایا اور آپ نے نوکری سے بمشکل رخصت لیکر اتنا بڑا عزم کاہے پر فرمایا اور آپ تو اس ہنگامہ سے بالکل جداتہے پھر آپکے تشریف لیجاتے ہی سب لوہے ٹھنڈے کیون ہوگئے آپکا ریل مین قدم رکہنا اور اودہرسے نامہ و پیام یکسر مسدود ہوجانا اورلطف یہہ ہے کہ خود ہی بعنایت الٰہی اسی رقعہ کے آخر مین وہ لفظ لکھدئے جن سے حق کہل گیا اور صاف ظاہر ہوگیا کہ حضرت اسی قصد سے آئے تھے اور اوسے ناتمام چھوڑے جاتے ہین غرض بارہ بجے یہہ رقعہ بھیجکربے انتظار جواب[۲۵] چار بجے کی ریل مین یہہ جا وہ جا سیدہا بدایون کا رستہ لیا اناللہ و انا الیہ راجعون بعض حضرات پہلے ہی چلدئے تھے بعض ہمراہ گئے دم کے دم مین بحول و قوت زبانی صاف میدان بالکل سنسان ہُو کا مقام ترکی تمام والحمد للہ ذی الجلال والاکرام حضرات نے تو زبانی جمع خرچ پراوبہارابہی تہایہان نہ تحریری نہ تقریری نرے انکار کی ٹھیری یہہ بارہ دن کا زمانہ صرف اوڑان

۲۵ جانتی تہی کہ ہماری تہذیب لاجواب ہے اور اسکی سوا ہم سارابوجہہ ہی کندہی پر سے پہیک چکی پہر انتظار جواب کیون کرین ۱۲

گھائیو نمیین بسر ہوا ایک تحریر علمی گئی تہی جسپر سارا مجمع ہی تیرہ تین نظر آیا اب جواب کون دے اور مناظرہ کون کرے قل جاءالحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا بعض احباب نے اس فتح اہل سنت کی ایک نفیس[۲۶] تاریخ حدیث صحیح سے اقتباس کی الحمد للہ الذی ابّد عبدہ و قویٰ جندہ و ھزم الاحزاب وحدہ ۱۳۰۰ھ تنبیہ نبیہ نہایت ضرورملحُوظ خاطر رہے کہ بحمداللہ ہماری نگاہون مین اس واقعہ کی کچھہ ایسی قدروقعت نہ تہی نہ ہے جسے مشتہر کرکے معاذاللہ اپنا ذریعہ فخر ٹہراتے بلکہ سچ پوچھے تو حضرات مناظرین کے لئے موجب فخر ہوتا کہ اگرچہ حملۂ اولین مین گریز فرمائی مگر ہزار آفرین کہ ہمت کرکے ایک اسد اغبر ضیغم صفدر کے مقابل تو گئے ہان اسکا انتظار تہا کہ شاید حضرات حسب عادت بدمذہبان بعد مغلوبی بہی بزور زبان اپنا غلبہ چھپوادین اوسوقت انشاءاللہ تعالیٰ تمام تحریرات طرفین کہ ابتک موجود و محفوظ ہین طبع کی جائینگی جنہیں دیکہہ کر ہر شخص خود ہی سمجھہ لیگا کہ

ع خاتمہ اس واقعہ کا کیا ہوا کیونکر ہوا

اب کہ حضرات نے بحمداللہ شرم سکوت اختیار فرمائی تو ادہر کیا ضرورت تہی الحق اس واقعہ مین حضرات کی دوبار انصاف پرستی کبہی ہمارے دل سے محو نہوگی ایک تو وہ وقت جب سوال ہوا تہا کہ یکہ ناز کے مقابل تم مین کوئی فاضل تنہا تشریف لیجائینگے تو صاف فرمادیا کہ ہم مین اتنا کوئی نہین دوسرے مغلوبی کے بعد خاموشی کہ ہماری نزدیک یہہ چپ رہنا بھی حق پسندی کی خبرین کہہ رہاہے ورنہ انسان گرم چوٹ مین کیا کچھہ نہین کر گزرتا ہم تسلیم کرتے ہین کہ اس نیک اطواری کے بعد ہمین بہی فاعف عنھم واصفح پر عمل کرنا تہا اور ایسا ہی[۲۷] ہمنے کیا مگر معلوم

۲۶ دوسری تاریخ ظفرسی (۱۳۰۰) ہےاور اسیکو عربی ترکیب مین ظفرسنی کہے یعنی فتح روشن تویہی تیسرے تاریخ ہے ۱۲

۲۷ تنبیہ ہم توقع کرتی ہین کہ حضرات مناظرین والا تمکین ہمین اتنے اظہار واقعہ مین کہ مجبورانہ کیا گیا معذور کہینگے اور اگر نہ مانا اور عادت جہال پسند فرماکر کچھہ کا کچھہ کہنا شروع کردیا تو ہم تمام حضرات ناظرین اہل دیانت و دین سے امیدوار کہ فریقین مین کسی کی محض زبانی بات پر اعتبار نفرمایا جائے

ع باطل است انچہ مدعی گوید ع کس نگوید کہ داغ من ترش است

تحریرات اب طرفین بعینہا پیش کی جائین اونسے جو کچھہ ثابت ہو اوسپر اعتماد

ہوا کہ اس زمانہ مین مخدومنا و مکرمنا خادم الفقرا محب العلما رئیس فقیر مسرب فقیر ریاست منصب **جناب مولوی غلام شبر صاحب** قادری چشتی بو الحسینی بدایونی دام اللہ مجدہم العالی نے پرچہ مبادی معاون شرائط کے جو بعد تصفیۂ چند امور کے لکھئے گئے تھے چھپوایا اور اس مناظرہ کا حال بہ نہایت اجمال تحریر فرمایا جس سے ناظرین کو خواہ مخواہ شوق پیدا ہو کہ کچھہ بھی تفصیل کھلی تو اچھا ہومعہذابدین سبب کہ وہ تحریرات طبع نہوئین حاضرین کے سوا کسی کو اس واقعہ کا پورا حال معلوم نہین نہ اول عمدہ تہذیبون پر اطلاع ہے جو حضرات مناظرین نے اس مکابرہ مناظرہ نما مین کین لہذا برادران دینی کے خیر خواہی ہمین مجبور کرتی ہے کہ اس بارہ مین چند اوپر تنبیہ ضرور تاکہ آیندہ اس قسم کی باتون کا ارتکاب نہو تعصب کے ہاتھوں تہذیب کی مٹی خراب نہو ورنہ معاذاللہ مناظرہ کا نام بدنام کرنے سے کیا حاصل وماعلینا الاالبلاغ المبین والحمد للہ رب العلمین۔

ملتمسات ضروریہ

اولاً فرمایا گیا تھا اور عرض کیا جاتا ہے کہ یہہ معاملہ دینی ہے اسمین ناقصین و قاصرین کے سر ٹیکا رکھنا تحقیق حق سے کنارہ گزینی ہے کہ نہ اونسے حصول مقصود نہ امید بہبود نہ اونہین تحریراً و تقریراً ہر طور کی بے تہذیبی سے عار نہ اونکی مغلوبی سے کچھہ اثریاکشود کار کہ ہر شخص کہہ سکتا ہی یہہ کون تھے جنکی شکست شکست ٹھہری حضرات نے بھی مہربانی فرماکر وعدہ کیا تھا[۲۸] کہ حتی الامکان حضرت مولینا مدظلہ کے مقابل کوئی فاضل ہی پیش کرینگے مگر باالآخر تاج[۲۹] المناظرین ٹھری تو ایک صاحبزادی کافیہ خوان ہم امیدوار کہ اگر تحقیق حق چاہیئے تو بازیچہ اطفال کی کیا ضرورت

ثانیاً حضرت مولانا مدظلہ نے دو صورتین ارشاد[۳۰] فرمائی تہین یا تویہہ کیجئے کہ جو عالم ان سب حضرات مجتمعین مین زیادہ علم و لیاقت اور فن مناظرہ مین عمدہ مہارت رکھتے ہون جسطرح فقیر ادہر تنہا ہے اور سوا اپنے رب قدیر جل مجدہ اور اوسکی نبی کریم علیہ افضل الصلاۃ والتسلیم کی دوسرے کی مدد نہین چاہتا وہ بھی صرف اپنی دوش ہمت پر اعبائے مباحثہ کا تحمل فرمائین اور دلیرانہ یکہ تازکی مقابل یکہ و تنہا برسر جولان آئین اور اگر یہہ منظور نہواور کسی وجہہ سے ہمم عالیہ اسکی مساعدت نکرین بلکہ ایک کی مقابل دس بارہ آرائی مجتمع سہی چالشکری فرمائین تو بسم اللہ فقیر یون بھی حاضر اس صورت مین ضرور ہوگا کہ تحریر مین اصل نام تو اون فاضل کا ہو جو اس کام کے لئے منتخب کئے جائین باقی جتنے صاحب مدد و عون ہون سب براہ دیانت و امانت اونکی تحریر پر دستخط کردیا کرین یا پہلے ہی ایک اقرار نامہ اس مضمون کا رقم فرمائین کہ فلان فاضل کی مغلوبی بعینہٖ ہماری مغلوبی ہے حضور اقدس سرور عالم صلی اللہ تعالے علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہین الخراج بالضمان سیدنا و ابن سیدنا امام ابن الامام حضرت سیدنا حسن مجتبے رضی اللہ تعالے عنہما فرماتے ہین ول حارها من تولی قارها یہہ کیا وہ سب صاحب مدد دینے رائے لگانے کی لطف تو اوٹہائین اور اگر بحول اللہ و قوتہٖ حق اسطرف ظاہر ہو تو مغلوبی و مجولی کے نام سے صاف بچ جائین ان دونون صورتون مین جو شکل حضرات کو بہت پسند اور اونکی لیئے زیادہ آرام بخش و راحتمند ہو اوسے اختیار فرماکر فقیر کو اطلاع دین کہ پہر شرائط و مبادی مین کلام ہو کر انشاءاللہ تعالے مناظرہ شروع ہوولاحول ولاقوۃ الا باللہ العزیز الحکیم انتہی ملتقطا اس نامہ نامی کے جواب مین حضرت نے نہایت انصاف دہی کو کام فرماکر صریح[۳۱] اقرار کر دیا کہ شق ثانی رقعہ والا کی منظور یعنی ہم مین کوئی تنہاآپکے مقابل نہ آئیگا جو کچھہ تحریر ہوگا سبکے مشورے سے لکھا جائیگا مگر اس شق پر جو کچھہ فرمایا گیا اوسکا مطلق جواب نہین پھر بتقاضا قول قبول کیا تو اوسپر عمل نہو

فرمائین بلکہ ہم تو جانین اگر حضرات کو ہماری اس تحریر ضروری پر کچھہ ارادہ انتقام ہو تو دلیل راستی اسیقدر کافی کہ اپنی اور ادہر کی سب تحریرین چھپوادین اور اپنی طرف سے زبانی دعوؤن پر کسیکوبرا بہلانہ کہین پہرناظرین با انصاف سے انصاف طلب ہو جائے کہ یہہ تحریرین کیا کہتی ہین

ع حق وباطل خود ہویدا کشتی است ۱۲منہ سلمہ

۲۸ رقعہ نہم جمادی الآخرہ وقت عصر ۱۲

۲۹ رقعہ شب ہفتم جمادی الآخرہ شب یکشنبہ بہ وقت ۱۰ ساعت ۱۲

۳۰ نامسامی وصحیفہ گرامی مصدرہ ششم جمادی الآخرہ یوم البست وقت العصر ۱۲

۳۱ رقعہ شب ہفتم جمادی الآخرہ شب یکشنبہ وقت ۱۰ ساعت ۱۲

کما مایظھر بالرجوع الی التحریرات اب بہی ہم تمام حضرات
مفضلہ ہندوستان کو اجازت قطعی دیتے ہین کہ حضرت مولینا
مدظلہ العالی کے مقابل ایک سے لیکر سو تک جمع ہوجائے
انشاءاللہ ادہر کچہہ پرواہ نہین مگر اس تقدیر پر جو امر لازم کیا گیا
تہا اوس سے عدول جائز نہوگا اور اسکی ضرورت صرف قصر
مساحت کی غرض سے ہے کہ آج دس بیس حضرات نے جمع
ہوکر ایک کو مقدم رکہا اور درپردہ سبکا مشورہ ہوا جب بعنایت
الہی مغلوبی پائی دوسرے کو سامنے کردیا اور پھر سے اوسکے
شریک حال رہے یون تو سلسلہ غیر متناہی ہے ایک ایک سے
کہان تک اولجہین بہتر یہہ ہے کہ سب دفعۃً سمجہہ لین
حسبنا اللہ ونعم الوکیل ولاحول ولاقوۃ الاباللہ العلی العظیم
ثالثاً تاوقتیکہ مسئلہ دائرہ طے نہوجائے تبدیل بحث کسی عاقل
کے نزدیک روا نہین وھذا ظاھرٌ جدًا
رابعاً اس مسئلہ مین اہل زمانہ کی مسالک نہایت مختلف لہذا جو
صاحب قصد مناظرہ فرمائین انہین اپنی دعویکا ایضاح ضرور کہ
اُسی پر تو اونسے بحث ہو اور ہمارا عقیدہ تو بحمداللہ منطبع ہوچکااور
انشاءاللہ تعالے پہر ہوگا جو صاحب چاہین ملاحظہ فرمائین
خامساً تصفیہ مبادی
سادساً ہم ہر طرح تحریر پسند کرتے ہین کہ تقریر مین احتمال
شوروغوغا و شر و فتنہ بیشتر اور کہکر پلٹ جانے کی مجال اکثر و اوفر
پہر اگر صبر کیجئے تو مخالف کو ہر جگہہ پہلو بدلنے کا موقع اوّر ان
کروٹون مین بحث کی کل ٹہیک بیٹہنا غیر متوقع اور بگڑئے
جہگڑئے تو اصل مطلب کو سون گیا گفتم نگفتم مین جہگڑا آپڑا
معہذا مشاہدہ مجرب کہ تقریر کا مال اکثر ملال جہاں گفتگو مزے
پر آئی اور ایک فریق نے اپنی بگڑتی پائی لیجئے چہرہ سرخ انکہین
لال تہذیب بیچاری کو جینا وبال بخلاف تحریر کو وہان شرم تشہیر
غالبًا دامنگیر اور سلطان غضب بہ نسبت قلم کے زبان پر زیادہ
قدیر اور اسکی وجہ عجلت و خفت ہے جسے متقضای عقل سے قطعی
مخالفت ہے اور یہہ چوتہی وجہ ہے فان التانی من الرحمن
والعجلہ من الشیطان معہذا تقریر وقت کے وقت ختم ہوجاتی
ہے تحریر ہمیشہ اپنا لطف دکہاتی ہے مناظرین نہ سمجہی تو ناظرین
سمجہین گے جو پیچ نفسانیت مین اولجہی رہے انسانیت مین
سلجہینگے بایںہمہ مغلوبی کے بعد یہان راہ انکار مسدود اور کوئی
جرات کرے بہی تو تکذّب موجود علاوہ برین تحریر علمی خصوصًا
حریف کے آگے علم کی معیار ہے زبانی زق زق کا ہر قاصر کم
علم و ناقص کج فہم کو اختیار ہے ان سات وجوہ سے ہم ہمیشہ ہر
مسئلہ مین ہر معاملہ مین تحریر کو بہتر مانتے ہین اور ٹہیک ٹہیک
انکشاف حق و انزہاق باطل کو اُسی مین منحصر جانتے ہین وباللہ
التوفیق وبیدہٖ ازمۃ التحقیق۔

آمدم برسر مطلب

ان سب امور پر اطلاع عام دیکر حضرات مفضلۂ بریلی و بدایون
سے خصوصًا اور تمام تفضیلیہ ہندوستان سے عمومًا دوستانہ گزارش
کیجاتی ہے کہ جن صاحب کو تحقیق حق کی ہوا سرمین ہو بسم اللہ
حالی ہمتی کو کام مین لائین اور بلحاظ جملہ اُمور معروضہ سابق و
لاحق والا حضرت چشم و چراغ دو دمان فضیلت استاذنا و مولینا
جناب مولینا احمد رضا خانصاحب محمدی سنی حنفی قادری برکاتی
احمدی بریلوی دام بالمجد العلی والفضل الوفی سے مناظرہ فرمائین
بہتر ہے کہ انشاءاللہ تعالے اختلاف دفع اور عوام کا تردد رفع ہو
واللہ الھادی الی سواء السبیل وحسبنا اللہ ونعم الوکیل ولاحول
ولاقوۃ الاباللہ العلی العظیم وصلی اللہ تعالی علی خیرخلقہ وسراج
افقہ ھذا النبی الکریم والہ الکرام وصحبہ العظام الی یوم القیام
آمین برحمتک یا ارحم الراحمین۔

الراقم فقیر محمد شاہ خان قادری فیاضی بریلوی غفراللہ لہ وذنبہ
الخفی والجلی آمین یہ یازدہم ذالقعدہ یوم الجمعۃ ۱۳۰۰ ہجریہ علے
صاحبہا التحیۃ آمین۔

اشتہار۔ پرچہ سوالات مطبوعہ مطبع ہذا مین بجائے لفظ (مناظرہ سے
گریز کرکے)مناظرہ زبانی سے گریز کرگئے) صحیح ہے اور پرچہ
نمائیش منتخب نفیس مین صفحہ ے کی سطر آخر مین ۔قولہ فلما فان اول
یہہ تیسرا فاقہ ہے خدا رحم کرے یہہ عبارت اور پڑہنی چاہئی۔
المشتہر غلام شبر

اطلاع۔یہہ کتاب بفرمایش مولوی غلام شبر صاحب چہاپی گئی ور
مہر جماعت ثبت کی گئی۔بلا مہر مسروقہ خیال کی جائے گی فقط

حضرت صاحبزادہ فضل کریم، خدمات و کردار کے آئینہ میں

علامہ محمد حسن علی رضوی بریلوی (میلسی، پاکستان)

ع ایسا کہاں سے لائیں ہم تجھ سا کہیں جسے
موت کے آہنی پنجے نے مولانا صاحبزادہ حاجی محمد فضل کریم کو ہم سے چھین لیا اور ملک ایک دیانتدار و باکردار، دلیر و مجاہد محب وطن عظیم سیاست دان سے محروم ہو گیا۔

وہ اپنی ذات میں ایک انجمن تھے
بہت لگتا تھا دل محفل میں اُن کی

صاحبزادہ علامہ فضل کریم آستانہ اعلیٰ حضرت مرکز علم و فیضان خانقاہ علایہ رضویہ بریلی شریف کے دارالعلوم منظر السلام کے صدر المدرس و شیخ الحدیث علامہ ابوالفضل محمد سردار احمد قادری محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند دلبند اور خلف سویم تھے۔ یوم شب برات ۱۵ شعبان المعظم ۱۳۷۳ھ ۱۹ اپریل ۱۹۵۴ء بروز پیر شریف دوشنبہ مبارکہ کو ولادت باسعادت ہوئی۔

آپ کے عظیم المرتبت والد گرامی محدث اعظم پاکستان اس رات علامہ عبدالمصطفیٰ فاضل ازہری رحمۃ اللہ علیہ کی دعوت پر ہارون آباد کے عظیم الشان روحانی اجتماع میں خطاب فرمارہے تھے عالم خواب میں حضور پُرنور جان رحمت جان کرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت پاک سے مشرف ہوئے خواب میں حضور پُرنور جان رحمت جان کرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت پاک سے مشرف ہوئے خواب میں ایک نورانی تختی پر سنہری حروف میں لکھا دیکھا "محمد شفیع" واپسی صاحبزادہ والد جاہ کی ولادت باسعادت کی نوید مسرت ملی خاندانی روایات کے مطابق محمل نام تجویز ہوا اور بلانے پکارنے کے لیے عرفی نام محمد فضل کریم رکھا گیا۔

حاجی صاحب حاجی کے لقب سے ملقب ہوئے اور پکارے جاتے تھے علامہ مفتی محمد نواب الدین مدارس ناظم تعلیمات جامعہ رضویہ مظہر اسلام لائلپور سے قرآن پڑھا درس نظامی کی تعلیم علامہ سید منصور حسین شاہ فاضل بریلوی شریف اور محقق معقول و منقول علامہ غلام رسول رضوی شارح بخاری اور دیگر اکابر مدرسین سے حاصل کی کچھ عرصہ جامعہ حنفیہ رضویہ سراج العلوم گوجرانوالہ میں علامہ مفتی ابوداؤد محمد صادق قادری رضوی کے حلقہ درس میں زیر تعلیم رہے۔

والد ماجد محدث اعظم نے آپ کو مفتی اعظم علامہ مصطفیٰ رضا نوری بریلوی قدس سرہ سجادہ نشین خانقاہ عالیہ قادریہ رضویہ بریلی شریف سے بیعت کرادیا تھا۔ سکولی تعلیم کے بعد ۱۹۸۷ء میں پنجاب یونیورسٹی ایم۔ اے اسلامیات کی ڈگری حاصل کی اور اپنے والد ماجد سیدی علامہ ابوالفضل محمد سردار احمد قادری کے دارالعلوم جامعہ رضویہ مظہر اسلام کے مہتمم اعلیٰ قرار پائے اس دارالعلوم سے ہزاروں علماء فارغ التحصیل ہو چکے ہیں اور پاکستان کے علاوہ مغربی ویورپی و افریقی وایشیائی ممالک میں دینی تعلیمی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔

۱۹۷۴ء کی تحریک تحفظ ختم نبوت میں مجاہدانہ کردار ادا کیا ۱۹۷۷ء کی تحریک نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں ایک موترف فعال دلیرانہ کردار ادا کیا ملتان شریف کی عظیم الشان آل پاکستان سنی کانفرنس کے بعد ملتان میں جماعت اہلِ سنّت پاکستان کا مرکزی ناظم اعلیٰ بنایا گیا آپ نظام مصطفیٰ کے نفاذ میں ملک گیر اجتماعات اور عام اجلاس کیے ملک کے ہر حصہ اور ہر خطہ میں طوفانی دورے کیے علماء و مشائخ اہلِ سنّت کو بیدار اور مجتمع کیا علماء مشائخ کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کیا۔

صاحبزادہ حاجی محمد فضل کریم نے ۲۷ ممالک کے تبلیغی اصلاحی اور روحانی دورے کیے اُن کی صدائے دلنواز میں ایسی کشش تھی لاکھوں کا اجتماع کرتا جلوس اور راولپنڈی سے لاہور اور کراچی سے راولپنڈی تک ٹرین مارچ کرنا اور حق کی حمایت میں احتجاجی جلوس ترتیب دینا اُن کے بائیں ہاتھ کا کھیل تھا علماء مشائخ کا ان پر غیر متزلزل اعتماد اور حسن عقیدت تھا وہ دو بار ممبر صوبائی

اسمبلی اور دو مرتبہ ممبر قومی اسمبلی منتخب ہوئے صوبائی وزیر او قاف و مذہبی امور بنائے گئے آج تک کوئی اُن کی ذات پر کسی بھی قسم کی بدعنوانی کا الزام نہ لگا سکا اپنی وزارت کے دور میں اور بعد میں ۵۷ فرقہ وارانہ کتابوں پر پابندی لگوائی۔ وزارت او قاف و مذہبی امور کے زمانہ میں سیدنا علی ہجویری داتا گنج بخش لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر انوار کو وسعت دی اور نہایت خوبصورت وسیع تعمیراتی کام کروایا جو اپنی مثال آپ ہے۔

وہ عوام و علماء مشائخ سے مسلسل رابطہ رکھنے والے ایک زندہ دل سیاست دان اور قومی رہنما تھے سیکڑوں علماء اور اپنے حلقہ کے ہزاروں عوام کو سرکاری ملازمتوں پر لگوایا دہشت گردی تخریب کاری کا مردانہ وار ڈٹ کر مقابلہ کیا جو علاقے اور خطے دہشت گروں کی آماجگاہ ہیں اُن علاقوں اور خطوں میں پہنچ جاتے تھے اس کے ساتھ ساتھ ہی جابرانہ امریکی تسلط پر بھی مسلسل صدائے احتجاج بلند کرتے رہتے تھے اور برملا کہتے تھے دنیا میں ہر فتنہ وفساد اور شر کی جڑ امریکہ ہے اور عالم اسلام کا سب سے بڑا دشمن صرف اور صرف امریکہ ہے اور سبھی جانتے اور مانتے ہیں کہ اس دور میں نفاذ اسلام نظام مصطفےٰ ﷺ کا نعرہ اور دستور و منشور مرکزی جمعیت العماء پاکستان اور سنی اتحاد کونسل کا ہی نعرہ رہ گیا تھا تھا مودودی پاٹی ہو جمعیت العلماء ہند کا چربا جمعیت العلماء اسلام یا غیر مقلدین کی تنظیمیں صرف سیاست اور سیاسی نعروں اور مطالبوں تک محدود ہو کر رہ گئیں تھیں حالانکہ قیام پاکستان کی مخالف یہ جماعتیں قیام پاکستان سے قبل سیاست اور انتخابات وجمہوری نظام حکومت کے خلاف تھیں کوئی بھی شخص مودودی صاحب کی "سیاسی کشمکش" اور جمعیت العلماء ہند کا نظریہ "مکالمۃ الصدرین" میں دیکھ سکتا جبکہ تاریخی شواہد اور منہ بولتے حقائق گواہ ہیں کہ صاحبزادہ حاجی محمد فضل کریم کے والد ماجد محدث اعظم پاکستان علامہ محمد سردار احمد قادری اور حاجی فضل کریم کے پیر و مرشد شیخ طریقت علامہ مصطفےٰ رضا ابن علامہ امام احمد رضا بریلی شریف کے ان ۵۵ اکابر علماء و مفتیانِ کرام میں شامل تھے جو ۱۹۴۵ء۔ ۱۹۴۶ء کے عرصہ میں آل انڈیا مسلم لیگ کے مطالبۂ پاکستان کی تائید وحمایت کررہے تھے اور بنارس میں آل انڈیا سنی کانفرنس منعقد کررہے تھے دیکھو روئداد سنی کانفرنس اور پوسٹر مطبوعہ عادل الیکٹرک پریس دہلی شائع کردہ علامہ محمد یعقوب حسین ضیاء القادری بدایونی۔ بدایوں یوپی مجاہدانہ دلیرانہ کردار اور جہد مسلسل۔

صاحبزادہ حاجی فضل کریم ایک حساس وبیدار دل و دماغ کے مالک تھے ملت اسلامیہ کا ایک قرار واقعی درد مند دل ان کے سینہ میں تھا لگن اور دھن کے پکے تھے کام اور کام اُن کا نصب العین تھا وہ طوفانوں سے ٹکرا جانے والے تھے۔

گو لاکھ زمانہ دشمن ہو حالات بھی خوشاطوار
باطل سے ٹکرانے والے باطل سے ٹکراتے

تحریک نظام مصطفےٰ ﷺ اور تحریک نظام مصطفےٰ ﷺ کے بعد ضیاء الحق کے دور حکومت میں کلمہ حق بلند کرتا اور ارباب اقتدار کو للکارنا یہ انہی کا کام تھا۔ جب ضیاء الحق نے محض مصنوعی اور کاغذی اسلام نافذ کیا اسلام آباد میں ٹھاٹھیں مارتے ہوئے سمندر کی طرح احتجاج کرنا اور تمام پابندیوں کو توڑا یہ انہی کا کام تھا ابھی ماضی قریب کی بات ہے کہ جب حضرت امام بری سرکار قادی علیہ الرحمۃ سے دربار گوہر بار داتا دربار تک مثالی و منفرد لانگ مارچ کرتا اور تمام پابندیوں اور روکاوٹوں کو توڑتا یہ انہی کا خاصہ اور حصہ تھا عوام و خواص پر وانہ وار نثار ہورہے تھے۔ مینار پاکستان پر متحدہ والے الطاف بھائی اور تحریک انصاف کے عمران خاں جلسہ نہ کرسکے مگر دنیا کی نظروں نے دیکھ لیا کہ محدث اعظم پاکستان رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند دلبند نے ہزاروں پابندیوں اور روکاوٹوں کو توڑ کر مینارِ پاکستان پر کل پاکستان سنی کانفرنس کررہے ہیں ہزاروں علماء مشائخ اور لاکھوں عوام وخواص اُن کی اپیل پر جذبۂ سرفروشی سے دیوانہ وار چلے آرہے ہیں آٹھ سو سے زائد علماء و مشائخ اور کارکن گرفتار ہو چکے ہیں صاحبزادہ فضل کریم کی وہی للکاہے اگر ہماری پر امن سنی کانفرنس پر پابندی لگائی گئی تو یہ کانفرنس اور یہ جلسہ ارباب اقتدار کے گھر پر ہو گا یہ لاکھوں عوام و علماء وہیں پہنچ کر دم لیں گے دنیا نے دیکھا اور مشاہدہ کیا آئی جی پنجاب وہیں پہنچ کر صاحبزادہ محمد فضل کریم کو منظوری اجازت نامہ پیش کررہے ہیں کراچی تا راولپنڈی کامیاب ترین ٹرین مارچ نوع بنوع پابندیوں کو پس پشت ڈال کر کامیابیوں سے ہمکنار ہو رہا ہے

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی مدد اور محبوب کبریا سرور انبیاء ﷺ کی نصرت اُن کے ساتھ تھی اور سیدنا غوث اعظم، داتا گنج بخش و اعلیٰ حضرت قدست سراہم کا روحانی تصرف اُن کے شامل حال تھا۔

خوف نہ رکھ رضا ذرا تو ہے عبد مصطفےٰ
نسبت غوث ہے تجھے تیرے لیے امان ہے

حضور سیدنا داتا گنج بخش اور حضور بابا فرید الدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کے مزارات مقدسہ پر دہشت گردوں اور تخریب کاروں نے دھماکے کیے مرد غازی مرد اعظم فضل کریم کی صدائے احتجاج گونجی علماء و مشائخ اور سواد اعظم کو بیدار کیا فیصل آباد میں عید میلاد کے پُر امن روحانی جلوس پر دشمنان رسول ﷺ کی فائرنگ ہوئی ان کو منہ توڑ اور زناٹے دار جواب دینے کے لیے میدان کارزار میں تھا اللہ تعالیٰ بے پایاں جراءت و حوصلہ دیا تھا ہر گام اور میدان میں مردانہ وار مقابلہ کرتے تھے بے پناہ سیاسی مصروفیات کے باوجود اپنے دارالعلوم یادگار رضا جامعہ رضویہ مظہر اسلام کی تعمیر و ترقی کے لیے شبانہ روز جدوجہد کی دارالعلوم کو عمارات کے اعتبار سے اور تعلیمی معیار کے اعتبار سے وسعت دی آپ کے دارالعلوم جامعہ رضویہ مظہر اسلام سے ڈیڑھ دو سو علماء حفاظ و قراء فارغ التحصیل ہوتے ہیں میرا اپنا مشاہدہ ہے بعض ضرورت مند علماء اور مستحق طلباء کی اپنی جیب خاص سے ہزاروں کی مدد فرماتے ایک بار خانیوال کے ایک ہوٹل میں تشریف فرما تھے ایک مجذوب نما ملنگ بابا آیا اور ہاتھ پاؤں چومنے لگا آپ نے ناگواری کے انداز میں کہا ایسا مت کرو ایسا مت کرو نعت شریف سناؤ اُس نے نہایت سادہ انداز نعت سنانی شروع کی صاحبزادہ صاحب نے اپنے جیب خاص سے پانچ ہزار کا نوٹ نکال کر پیش کر دیا وہ مسرور ہو کر نعرہ لگاتا ہوا چلا گیا۔

ایک ملنسار متواضع منکسر المتراج طبعیت کے مالک تھے ان کا سب سے بڑا اور بہت بڑا کارنامہ یہ ہے کہ سواد اعظم اہل سنّت سلسلہ بعث پر ٹکڑیوں میں بٹے ہوئے تھے مسند اور مدارس سے فراغت کے اعتبار سے عدم اتحاد کا شکار تھے صاحبزادہ نے اسی امتیاز اور فرق کو مٹایا قادری، چشتی، برکاتی، نقشبندی، سہروردی، صابری، نظامی وغیرہ یہ روحانی سلسلے ہیں یہ فرقے نہیں آپ نے اہلِ سنّت کے روحانی سلاسل اور آستانہ جات کے مشائخ طریقت پیران عظام سے ایسے تعلقات پیدا کیے ہر کوئی آپ کو اپنا سمجھنے لگا آپ جس کسی جگہ کسی جلسہ یا کانفرنس پروگرام وغیرہ میں جاتے تو راستہ میں آنے والے اہل سنّت کے دینی مدارس و آستانہ جات اور خانقاہوں سے ہوتے جاتے اور راستہ میں آنے والے شہروں کے علماء و مشائخ اہلِ سنّت سے ملاقات کرتے جاتے بلاشک وشبہ آپ کے والد گرامی کا بڑا نام اور عالمگیر فیض وشہرت ہے مگر صاحبزادہ فضل کریم کا انداز و اسلوب ایسا تھا کہ طبعیت بہت ہی ملنسار تھی ان کے دل و دماغ میں اہلِ سنّت کا سچا درد جماعتی اتحاد و اتفاق کے لیے نہایت ایثار اور مسلکی تڑپ سے کام لیتے تھے ہزاروں نہیں لاکھوں اپنی جیب خاص سے خرچ کر دیتے تھے وہ عوام و خواص کے دلوں میں گھر کر گئے اُن کی مقبولیت عامہ محبوبیت نامہ کا مظاہرہ ان کی نماز جنازہ میں ہوا۔ جتنے عظیم و کثیر علماء و مشائخ اہلِ سنّت اور پیران طریقت اور سیاست دان آپ کے جنازہ میں دیکھے گئے ماضی قریب میں کہیں نظر نہ آئے عوام و خواص علماء مشائخ دھاڑیں مار مار کر رو رہے ہیں ہر آنکھ اشک بار فیصل آباد کی تمام مارکٹیں تمام منڈیاں تمام بازار آپ کے سوگ میں بند ہیں دھوبی گھاٹ اندر باہر سے بھر گیا اور ہر تین اطراف کی وسیع و عریض سڑکیں اور شاہراہیں جنازہ پڑھنے والوں سے کچھا کچھ بھری ہوئی ہیں صفوں اور قطاروں کے درمیاں فاصلے ختم ہو گئے سنت وشریعت کے مطابق لاؤڈ اسپیکر کی بجائے مکبرین کی سنت کے ساتھ نماز جنازہ پڑھی گئی چار سو مکبرین مقرر کیے گئے بے شمار لوگ خود بخود مکبر بن گئے۔ کراچی سے پشاور تک وہ کون سا عالم دین یا کونسا پیر طریقت یا کونسی سنی تنظیم کا سربراہ تھا جو نماز جنازہ میں شریک نہ ہوا ہوا ایک سمندر تھا عوام و خواص پروانہ وار نثار ہو رہے تھے ہر آنکھ اشکبار اور دل سوگوار تھا جیسے کوئی اُن کا عظیم محسن و مربی و سرپرست داغ مفارقت دے گیا اور وہ فی الواقعہ یتیم ہو گئے۔

آستانہ عالیہ رضویہ سے عقیدت محبت

جس طرح حضور آقائے نعمت نائب اعلیٰ حضرت سیدی مسندی محدث اعظم پاکستان قدس سرہ مسلک اعلیٰ حضرت کے گہرے رضوی رنگ میں رنگے ہوئے تھے اسی طرح حضرت صاحبزادہ والد ماجد مولانا

صاحبزادہ محمد فضل کریم رضوی سیدنا اعلیٰ حضرت کے نادید و عاشق زار تھے مرکزی دارالعلوم جامعہ رضویہ مظہر اسلام کے دفتر کی بالائی منزل کی پیشانی پر نمایاں طور پر موٹے حروف میں "یادگارِ رضا" لکھا ہوا ہے اور احمد رضا کے فیض کا در کھلا ہوا ہے قادری سلسلے کا جھنڈا گڑا ہوا۔ اور یہ آفتاب رضویت تابندہ تھا تابندہ ہے۔ سُن لیں اعداء آج بھی سردار احمد زندہ ہے۔ مجھ فقیر سگ بارگاہ رضوی کو بار بار فرمایا مجھے اپنے ہمراہ آستانہ عالیہ رضویہ پر بریلی شریف لے چلو آپ کے بارگاہ رضوی کو بار بار فرمایا مجھے اپنے ہمراہ آستانہ عالیہ رضویہ پر بریلی شریف لے چلو آپ کے ساتھ جاؤں گا آپ میرے ساتھ چلیں۔ گذشتہ سال عرس محدث اعظم پاکستان اور جلسہ دستار فضیلت کی دوسری شب اپنے ساتھ کھانا کھلایا اور میرے انتہائی قریب ہو کر فرمایا کہ مجھے حضرات نے بتایا کہ آستانہ اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کی جگہ تھوڑی کانقاہ عالیہ رضویہ کو وسعت دی جائے آپ حضرت سجادہ نشین صاحب سے بات کریں سیدنا اعلیٰ حضرت کی خانقاہ کے ارد گرد کے تمام مکان خرید لیے جائیں اور جدید انداز میں وسیع و عریض کمرے اور مہمان خانے اور نوادرات پر مشتمل بہترین شیشہ دار الماریاں بنوائی جائیں ہم دونوں بھائی یعنی میں اور مرادر بزرگوار حضرت علامہ قبلہ قاضی محمد فضل رسول حیدر رضوی مدظلہ العالی دو کروڑ روپے پیش کریں گے فقیر نے رابطہ کیا تو معلوم ہوا کہ حضرت سبحانی میاں دامت برکاتہم حرمین طیبین مدینہ منورہ حاضر ہیں افسوس کہ یہ منصوبہ تکمیل کو نہ پہنچ سکا۔ وہ شاعر مشرق ڈاکٹر اقبال کے اس شعر کا صحیح مصداق تھے۔

نگاہ بلند سخن دلنواز جاں پر سوز
یہی ہے رختِ سفر میر کارواں کے لیے

حقیقت ہے کہ ان کی اچانک رحلت سے ناقابل تلافی نقصان ہوا اور ایک عظیم خلا پیدا ہو گیا اُن کے وصال سے گذشتہ خوشیاں ہی نہیں گذشتہ سابقہ رنج و غم بھی بھول گئے ہیں۔

غموں پر غم ہزاروں ہیں بتاؤں نام کس کس کا
غم شاہزادۂ مرشد ہے پر مرشد غموں کا ہے یہ وجدانی

اب دنیائے سنیت تلاش کرے گی کہ کوئی صاحبزادہ محمد فضل کریم رضوی رحمۃ اللہ علیہ جیسا منکسر المزاج دردمند بطل جلیل مجاہد عظیم آئے اور اطباق اہل سنت کے جملہ حلقوں اخلاق و مروت اور اپنائیت سے ساتھ لے کر چلے اور سواد اہلِ سنّت کو ایک متحدہ پلیٹ فارم مجتمع و مربوط رکھے وصال سے قبل اپنے عالی قدر صاحبزادہ مولانا حامد رضا رجوی زید علمہ وفضلہ واطال اور عمرہ کو بھی یہی نصیحت فرمائی اور فرمایا دونوں بھائی جامعہ رضویہ میں درس نظامی کے کچھ اسباق ضرور پڑھاتے اہنا اور انتخابات میں کوئی بدمذہب بدعقیدہ کامیاب نہ ہو جائے ہر معاملے میں اہلِ سنّت کا مفاد پیش نظر رکھنا۔ تدفین کے وقت جو دل دہلا دینے والے المناک روح فرسا مناظر دیکھنے میں آئے ناقابل بیان ہیں عزیزم مولانا صاحبزادہ محمد حامد رضا قادری عزیزم مولانا صاحبزادہ حسن رضا رضوی، عزیزم صاحبزادہ حسین رضا، صاحبزادہ محسن رضا سلمہم نے لحد میں اتارا۔

لحد میں عشقِ رُخِ شاہ کا داغ لے کے چلے
اندھیری رات سنی تھی چراغ لے چلے

ختم سویم تیجا شریف میں بھی ہزاروں علماء و مشائخ احباب اہلِ سنّت نے بھرپور شرکت فرمائی اور مقتدر علماء اہلِ سنّت کے بیانات کے بعد مولانا صاحبزادہ حامد رضا رضوی کی بطور جانشین دستار بندی ہوئی۔

رحلتِ قائد ملت الاماں فریاد ہے
چشم پر نم ہوش گم دنیائے دل برباد ہے

اللہ تعالیٰ جملہ صاحبزادگان کو ان کے جدامجد نائب اعلیٰ حضرت محدثِ اعظم پاکستان اور والد گرامی کے نقشِ قدم پر چلائے اور تایا بزرگوار سرتاج اہلِ سنّت عالمی شیخ طریقت حضرت علامہ صاحبزادہ قاضی محمد فضل رسول حیدر رضوی مدظلہ العالی کا ظل ہمایوں سب کے سروں پر قائم دائم رکھے آمین!۔

اشکوں کا ایک سیل رواں لے گیا تھا میں
اشکوں کا ایک سیل رواں لے کے آگیا

***

"کلیات حسن" کی اشاعت ایک تاریخ ساز کارنامہ

ڈاکٹر محمد حسین مشاہد رضوی (انڈیا)

برادرِ اعلیٰ حضرت استاذ زمن علامہ حسن رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے تخیلی و تحقیقی دامنِ حیات میں اب تک زیادہ تر عوام اہلِ سنت یہی سمجھتی تھی کہ بس ذوقِ نعت اور آئینہ قیامت ہی ہے۔ ہاں! بعض کو ثمر فصاحت [دیوانِ غزلیات] کے بارے میں بھی علم ہے؛ لیکن ایسے حضرات کی تعداد کم ہے۔ جب کہ علامہ حسن رضا بریلوی ایک قادرالکلام شاعر ہونے کے ساتھ ساتھ مایہ نازادیب، بلند پایہ محقق، احقاق حق اور ابطال باطل میں جری اور سیرت و تذکرہ نگاری میں بھی اپنی مثال آپ تھے۔ مختصر یہ کہ علامہ حسن رضا بریلوی نظم و نثر دونوں ہی میدانوں کے در شہوار تھے۔ آپ کی تصانیف میں نظم و نثر کی تعداد کوئی ۱۷ تک پہنچتی ہے۔ جس کی تفصیل کچھ اس طرح ہے:

۱۔ ذوق نعت
۲۔ وسائل بخشش
۳۔ صمصام حسن بر دابر فتن
۴۔ قند پارسی
۵۔ ثمر فصاحت
۶۔ قطعات واشعار حسن
۷۔ دین حسن
۸۔ نگارستان لطافت
۹۔ آئینہ قیامت
۱۰۔ تزک مرتضوی
۱۱۔ بے موقع فریاد کے مہذب جوابات
۱۲۔ سوالات حقائق نما بر رؤس ندوۃ العلماء
۱۳۔ فتاوی القدوۃ الکشف دفین الندوۃ
۱۴۔ ندوہ کا تیجہ رُوداد سوم کا نتیجہ
۱۵۔ اظہار روداد
۱۶۔ کوائف اخراجات
۱۷۔ باقیات حسن

علامہ حسن رضا بریلوی کی ان گراں مایہ تصانیف کے نام ہی سے اہل نقد و نظر اندازہ کرسکتے ہیں کہ علامہ کا قلم صرف میدان شاعری ہی کا شہسوار نہ تھا بلکہ آپ کا اشہب قلم تحقیق و تنقید کے میدان میں بھی سرپٹ دوڑ تا تھا؛ لیکن اسے ہماری غفلت اور تساہلی ہی کہنا چاہیے کہ اب تک ہم ایسے گراں قدر جواہر پاروں کو منظر عام پر نہ لاسکے۔ آخر ہم اپنے علما کی تصانیف کو منصہ شہود پر لانے کے تعلق سے کب بیدار ہوں گے؟ علامہ حسن رضا بریلوی کی ان تصانیف کی عدم اشاعت کو دیکھ کر موصوف کو جماعت اہل سنت کی ایک مظلوم شخصیت کہنا مجھے بے جا نہیں معلوم ہوتا۔

اللہ کا شکر ہے کہ محترم محمد ثاقب رضا قادری نے ایک دلنواز اور خوش کن خبر یہ سنائی کہ ہم علامہ حسن رضا بریلوی کے جملہ نثریہ و نظمیہ شہ پاروں کو یکجا کر کے جلد ہی شائع کر رہے ہیں۔ ثاقب صاحب نے اس ضمن میں مزید بتایا کہ حضرت مولانا محمد افروز قادری چریاکوٹی بھی اس اہم ترین کام میں ان کے شانہ بشانہ ہیں۔ یہ خوش خبری سن کر بے اختیار نہاں خانۂ دل سے اپنی جماعت کے ان دونوں جیالے، فعال اور متحرک نوجوانوں کے لیے دعاے خیر نکلی۔ ثاقب صاحب نے مزید کرم یہ فرمایا کہ برقی ڈاک کے ذریعہ کلیات حسن اور دیگر جواہر پارے ناچیز کو اِرسال کیے۔ اور "کلیات حسن" اور "رسائل حسن" کے مجوزہ سرورق کے بارے میں بھی اس ناچیز سے مشورہ طلب کیا، یہ ان کی خوش فہمی ہے؛ ورنہ من آنم کہ من دانم۔

اس وقت میرے پیش نظر برادر اعلیٰ حضرت، شاگرد داغ استاذ زمن علامہ حسن رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی نعتیہ و بہاریہ شعری کائنات پر مشتمل "کلیاتِ حسن" ہے۔ جس میں چھ منظوم جواہر پارے: ذوق نعت، وسائل بخشش، صمصام حسن بر دابر فتن، قند پارسی، ثمر فصاحت اور قطعات و اشعار حسن شامل ہیں۔ مؤخر الذکر علامہ حسن رضا بریلوی کی کوئی مستقل تصنیف نہیں بلکہ علامہ کے منتشر و متفرق قصائد و قطعات کا مجموعہ ہے جسے فاضل

مرتبین نے قارئین کی سہولت کے لیے ایک الگ رسالے کی شکل دے دی ہے۔ ۷۹۲ صفحات پر مشتمل اس وقیع کلیاتِ حسن کا انتساب مرتبین نے فصیح الملک، بلبلِ ہندوستان جناب نواب مرزا خان داغ دہلوی کے نام کرتے ہوئے لکھا ہے کہ "جن کی نگہ دل نواز سے مولانا حسن رضا بریلوی کی بہاریہ شاعری رشک باغ و بہار ہوئی"۔ اس میں کوئی شک نہیں خود داغ دہلوی بھی اپنے اس شاگرد رشید کو بہت محبوب رکھتے تھے اور علامہ حسن رضا کے دل میں بھی استاد داغ کے لیے بڑا ادب و احترام تھا، لکھتے ہیں۔

حضرت استاد کے دیکھیں قدم چل کر حسؔن
گر خدا پہنچادے ہم کو مصطفیٰ آباد میں

اور علامہ کی غزلیہ و بہاریہ شاعری کے جوبن میں جو نکھار اور لذتِ سوز جگر تھی اس کا اظہار کرتے ہوئے استاد داغ کو آپ نے اس طرح یاد کیا ہے۔

کیوں نہ ہو میرے سخن میں لذتِ سوز و گداز
اے حسؔن شاگرد ہوں میں داؔغ سے استاد کا

اس طرح سے کلیاتِ حسن کا انتساب حضرت داغ کی طرف کر کے مرتبین نے علامہ کے اُستاد کی خدمت میں بھی خراجِ عقیدت پیش کیا ہے، جو یقیناً لائق ستایش اور خلوص و للّٰہیت کا آئینہ دار ہے۔

حقیقت تو یہ ہے کہ علامہ کی وسیع تر شعری کائنات کا کماحقہ تعارف اَدا کرنے کے لیے بڑی دیدہ وری اور علم و فہم کی ضرورت ہے۔ "کلیاتِ حسن" میں علامہ حسن رضا بریلوی کے کل چھ منظوم شہ پارے شامل ہیں۔ پیشِ نظر مختصر تبصراتی مضمون میں آیئے کلیات میں شامل رسائل کا مختصر تعارف نشانِ خاطر فرمائیں:

ذوقِ نعت: یہ علامہ حسن رضا بریلوی کی نعتوں کا دل کش مجموعہ ہے۔ اس کی ترتیب میں حروفِ تہجی کا لحاظ رکھا گیا ہے۔ ردیفیں بڑی خوب صورت اور زمینیں مترنم ہیں۔ ذوق نعت کا ورق ورق محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے تابندہ و فروزاں اور سطر سطر میں تعظیم و ادبِ رسالت کی جلوہ گری ہے۔ علامہ حسن رضا بریلوی کا نعتیہ کلام فن شاعری کی بہت ساری خوبیوں اور خصوصیات سے سجا سنورا اور تمام تر فنی محاسن سے مزین اور آراستہ ہے موضوعات کا تنوع، فکر کی ہمہ گیری، محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکیزہ جذبات کی فراوانی کے اثرات جابجا ملتے ہیں۔ آپ کے کلام میں اندازِ بیان کی ندرت بھی ہے اور فکر و تخیل کی بلندی بھی، معنی آفرینی بھی ہے، تصوفانہ آہنگ بھی، استعارہ سازی بھی ہے، پیکر تراشی بھی، طرزِ ادا کا بانکپن بھی ہے، جدت طرازی بھی، کلاسیکیت کا عنصر بھی ہے، رنگِ تغزل کی آمیزش بھی، ایجاز و اختصار اور ترکیب سازی بھی ہے، عربی اور فارسی کا گہرا رچاؤ بھی۔ علاوہ ازیں بعض زمینیں اتنی مشکل اور سنگلاخ ہیں کہ جس میں طبع آزمائی کرنا نعت کے تنگنائے میں بڑی قادرالکلامی کی متقاضی ہے، لیکن ذوق نعت کے مطالعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ ایسے مواقع پر کامیابی و کامرانی نے علامہ کے قلم کو بوسے دیے ہیں۔

ذوقِ نعت میں نعتیہ کلام کے علاوہ قابلِ لحاظ حصہ مناقب پر بھی مشتمل ہے۔ حضرت ابو بکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی، حضرت علی مرتضیٰ، حضرت امام حسین و شہداے کربلا رضی اللہ عنہم حضرت غوثِ اعظم، حضرت خواجہ غریب نواز، حضرت شاہ اچھے میاں و شاہ بدیع الدین مدار قدست اسرارہم کی شانِ اقدس میں منقبتیں جہاں ایک طرف شعری و فنی کمال کا نمونہ ہیں وہیں علامہ حسن رضا بریلوی کی اپنے ممدوحین سے بے پناہ عقیدت و محبت کا مظہرِ جمیل بھی۔

اسی طرح واقعہ معراج کی دل کش منظر کشی بھی کی ہے اور شہادتِ امام حسین رضی اللہ عنہ کا بیان بھی کیا ہے۔ ذوقِ نعت میں شامل ایک نظم بہ عنوان کشفِ رازِ نجدیت لطیف طنز و ظرافت کا بے مثال فنی نمونہ ہے، اسی طرح اس دیوان میں مسدس منظومات، نعتیہ رباعیات اور سلامیہ قصائد بھی موجود ہیں۔ ذوقِ نعت کو کلیات کے صفحہ ۱۴ سے صفحہ ۲۴۷ تک جگمگ جگمگ کرتے ہوئے دیکھا جاسکتا ہے۔

وسائلِ بخشش: علامہ حسن رضا بریلوی مارہرہ کے قادری پیر خانے سے بیعت تھے اور اپنی نسبت قادریت پر نازاں بھی۔ وسائل بخشش حضور سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی رضی المولیٰ تعالیٰ عنہ کی شان میں علامہ حسن رضا بریلوی کی پیش کردہ منقبتوں کا حسین گل دستہ ہے۔ اس میں شامل مناقب میں علامہ کی بارگاہِ غوثیت سے والہانہ مگر محتاط وارفتگی کا دل آویز نظارہ کیا جاسکتا ہے۔ افراط و تفریط سے دور آپ

نے نظمیہ فارم کا استعمال کرتے ہوئے معتبر اور مستند حوالوں سے حضور سیدنا غوث اعظم جیلانی بغدادی رضی اللہ عنہ کے حالاتِ زندگی کو بیان کیا ہے۔ اور ان سے ظہور پذیر ہونے والی کرامات کا بڑے ہی دل نشین اور حسین طرز اسلوب میں شعری اظہار کیا ہے۔ جن میں شعریت بھی ہے، نغمگی بھی ہے اور عقیدت و محبت کا گہرا رچاؤ بھی۔ زبان بڑی ہی پر لطف اور فصاحت و بلاغت کے جوہر بکھیرتے نظر آتی ہے۔ ان منظومات میں علامہ حسن رضا بریلوی نے اللہ عزوجل کے پیارے بندے محبوب سبحانی غوث صمدانی سے اپنے قلبی احساسات کا جو اظہاریہ پیش کیا ہے وہ استدعائی رنگ و آہنگ لیے ہوئے ہے جو آپ کی خوش عقیدگی کا مظہر ہے۔ اخیر میں دو تاریخی قصیدے: 'نغمہ روح' اور 'نظم معطر ۱۳۰۹ھ' بھی شامل ہیں۔ وسائل بخشش، کلیات حسن کے صفحہ ۲۴۸ سے شروع ہوتی ہے۔

صمصامِ حسن بردابر فتن: علامہ حسن رضا بریلوی اردو نظم و نثر کے ساتھ ساتھ فارسی نظم و نثر پر بھی ملکہ رکھتے تھے۔ یہ علامہ کی ایک فارسی مثنوی ہے۔ جس میں آپ نے بد مذہبوں بالخصوص ندوہ کا رد کیا ہے۔ اس کا آغاز حسبِ روایتِ مثنوی حمد و نعت سے ہوتا ہے۔ اس کے بعد آپ نے بد مذہبوں کے باطل نظریات کی دھجیاں بکھیری ہیں اور ان کے پیشواؤں کے خوف ناک چہروں سے ظاہری خوب صورت نقابوں کو کھینچا ہے۔ رافضیوں کے گھناؤنے عقائد کا ذکر کر کے اس کا رد کیا ہے۔ نیچریوں کے غیر اسلامی تصورات کو بیان کر کے ان کی قلعی کھولی ہے۔ اس کے بعد آپ نے اپنا دردِ دل بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں بڑے ہی والہانہ انداز میں پیش کیا ہے۔ یہاں موصوف کا اِستدعائی رنگ کربیہ آہنگ سے ہم رشتہ ہو جاتا ہے جو قاری و سامع کے دل پر براہِ راست اثر کرتا دکھائی دیتا ہے۔

اس کے بعد علامہ نے بڑی تفصیل سے ندوہ اور اہل ندوہ کی ضلالت و گمراہی کو واشگاف کیا ہے اور انھیں حق و صداقت کے راستے پر آنے کی پر خلوص دعوت دی ہے۔ مثنوی کا اختتام بڑے ہی مؤثر اور دل نشین انداز میں کیا ہے۔ ردِ ندوہ کے لیے قائم کی گئی 'مجلس علماے اہل سنت' کی شان میں مدحیہ اشعار اس منظوم اظہاریے میں چار چاند لگا دیتے ہیں۔ علامہ نے بڑے خلوص سے اپنے ان تمام احباب کی خدمت میں ہدیۂ تہنیت پیش کیا ہے جنھوں نے تحریک ندوہ کی تردید میں کسی بھی طرح سے حصہ لیا۔ ردِ بد مذہباں پر مشتمل یہ دل چسپ مثنوی کلیاتِ حسن کے صفحہ ۳۲۴ سے ۳۴۸ تک خاطر نشین کی جا سکتی ہے۔

قند پارسی: صمصام حسن کی طرح یہ بھی علامہ کی فارسی دانی کا ایک خوب صورت نمونہ ہے۔ جس میں آپ کی فارسی غزلیات کے علاوہ متفرق اشعار، قطعات اور رباعیات و تواریخ شامل ہیں۔ قند پارسی میں حضرت شاہ بدیع الدین مدار قدس سرہ العزیز کی شان میں ایک مختصر مگر جامع منقبت بھی جگمگا رہی ہے۔ جس میں علامہ حسن رضا بریلوی نے آپ سے روحانی اکتسابِ فیض کے حصول کے لیے استغاثہ پیش کیا ہے۔ جس سے علامہ حسن رضا کی بزرگانِ دین کے تئیں خوش اعتقادی کا اظہار ہوتا ہے۔

اس منقبت کے بعد چند متفرق اشعار ہیں جن میں شعریت او ررمزیت پنہاں ہے۔ پھر طوطیِ ہندوستان امیر خسرو علیہ الرحمہ کی مشہور زمانہ تصنیف ہشت بہشت پر منظوم تقریظ ہے۔ اس نظم میں آپ نے پہلے مناجات بدرگاہِ قاضی الحاجات، اور استغاثہ دربار گاہِ محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم پیش کرنے کے بعد شبِ معراج کا خوب صورت بیان کیا ہے جس میں تصویریت کا حسن اور منظر کشی کا جو حسین و جمیل انداز ہے وہ متاثر کن ہے۔ اخیر میں آپ نے اکابر اہل سنت اور دیگر احبابِ اہل سنت شان میں قطعاتِ تواریخ قلم بند کیے ہیں جن سے علامہ حسن رضا کی تاریخ گوئی اور برجستہ گوئی ظاہر ہوتی ہے۔ قند پارسی، کلیاتِ حسن کے صفحہ ۳۵۰ سے ۳۷۷ تک آپ کے ذوق مطالعہ کی تسکین کے لیے سجی ہوئی ہے۔

ثمر فصاحت: یہ علامہ کی بہار یہ غزلوں کا خوب صورت اور دل آویز مجموعہ ہے۔ علامہ غزل گوئی میں بھی اپنا ایک خصوصی مقام رکھتے تھے۔ آپ کے اس دیوان کا دریچہ سخن حمد باریِ تعالیٰ سے وا ہوتا ہے اور اس کے بعد بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں نذرانۂ عقیدت ہے۔ ذوق نعت کی طرح اس میں بھی مکمل حروف تہجی کی ترتیب کا خیال رکھا گیا ہے۔ اور زیادہ تر غزلیں مجازی رنگ و آہنگ سے آراستہ ہیں۔ ثمر فصاحت میں غزلوں کے علاوہ دو ایک سہرے، رجبی شریف اور رقعہ تسمیہ خوانی بھی موجود ہیں۔ آخر میں قند پارسی

کی طرح قطعاتِ تواریخ، قطعاتِ مساجد اور تواریخِ کتب کی لہلہاتی فصل بھی علامہ کے زرنگار قلم نے کھلائی ہے۔

فاضل مرتبین محترم محمد ثاقب رضا قادری ضیائی اور مولانا محمد افروز قادری چریاکوٹی کے مطابق: 'خیر! ثمر فصاحت میں کیا کچھ پنہاں ہے، وہ تو آپ کو پڑھنے کے بعد معلوم ہوگا۔ علامہ حسن رضا کے خامہ پربہار سے نکلی ہوئی یہ سحر طراز غزلوں کا مجموعہ کلیات حسن کے صفحہ ۸۷ سے ۲۲۷ تک پھیلا ہوا ہے۔

قطعات و اشعارِ حسن: فاضل مرتبین کے مطابق: "یہ علامہ حسن رضا بریلوی کی کوئی مستقل تصنیف نہیں" بلکہ یہ اِن حضرات نے بڑی عرق ریزی سے مختلف کتابوں سے علامہ کے بکھرے ہوئے قطعات تواریخ، رقعات، رباعیات، اور متفرق اشعار کو یکجا کر کے ایک خوش نما اور دل کش گل دستے کی شکل میں پیش کر دیا ہے۔ قطعات و اشعارِ حسن کے ذریعے اہل ذوق یقیناً لطف حاصل کریں گے۔ جو کلیات کے صفحہ ۲۴۷ سے ۲۸۸ تک پھیلا ہوا ہے۔

کلیات حسن پر اس تبصراتی مضمون میں راقم نے علامہ کی شعر گوئی اور فنی دروبست پر جو دعوے کیے ہیں ان کی دلیل کے طور پر اشعار کی مثالیں پیش کرنے سے محسوس طور پر گریز کیا ہے؛ تاکہ قارئین خود براہ راست کلیات کا مطالعہ کریں اور اس شعری و ادبی اور فکری و فنی گلہائے رنگارنگ سے مکمل طور پر سیراب ہوں۔

ناچیز کے خیال میں "کلیات حسن" اور "رسائل حسن" کی اشاعت سے علامہ حسن رضا بریلوی کی بارگاہ میں خراج عقیدت کا ایک طرح سے حق ادا ہو رہا ہے۔ کتاب کی کمپوزنگ، سیٹنگ اور پروف ریڈنگ کی طرف سے غفلت نہیں برتی گئی ہے۔ اس ضمن میں محترم محمد ثاقب قادری اور مولانا محمد افروز قادری چریاکوٹی نے جس تندہی، جاں فشانی اور عرق ریزی کا مظاہرہ کیا ہے، ان کو وہی بہ خوبی جان سکتے ہیں۔ ایسے نوجوانوں کی سراہنانہ کرنا انصاف و دیانت کے سراسر منافی ہے۔ میں ان دونوں حضرات کی خدمت میں گلہائے تشکر اور ہدیہ دعا پیش کرتا ہوں۔ ساتھ ہی ساتھ کلیات کی ترتیب و تدوین نے جن جن حضرات نے کسی بھی طرح سے تعاون پیش کیا وہ بھی مبارک باد کے مستحق ہیں، اللہ سب کو خوش و خرم رکھے اور شاد و آباد۔ آمین!

کلیات کی ترتیب و تدوین کے دوران پیش آنے والی مشکلات اور تکالیف کا رونا نہ روتے ہوئے مرتبین نے آغازِ سخن میں جو لکھا ہے اس سے ان کے مخلصانہ رویوں کا پتا چلتا ہے: "لہٰذا اپنی مجرمانہ کوتاہیوں سے کسی حد تک عہدہ برآری اور وقت کے تقاضے کے تحت ہم نے محض مولانا حسن رضا محقق بریلوی کی مظلوم شخصیت کے گراں مایہ علمی و فکری اثاثہ جات کی شیرازہ بندی کا ارادہ کیا اور انھیں قارئین کے استفادے کی میز تک لے آنے کا خواب دیکھا تو پھر کیا ہوا کہ رحمت خداوندی اور عنایت رسالت پناہی ہمارے شامل حال ہوگئی اور وہ سارا خواب حقیقت کا روپ دھارتا چلا گیا جسے آپ کے روبرو پیش کرتے ہوئے ہمیں بھرپور قلبی مسرت کا احساس ہو رہا ہے"۔ (کلیات حسن صفحہ ۷)

بہ ہر کیف! کلیاتِ حسن کی ترتیب و تدوین اور اسی طرح علامہ حسن رضا بریلوی کے دیگر علمی و فکری جواہر پاروں کو منصہ شہود پر لانے جو سعی بلیغ محترم محمد ثاقب رضا قادری ضیائی، مولانا محمد افروز قادری چریاکوٹی اور ان کے احباب و اعوان نے کی ہے وہ ہر طرح سے لائق تقلید و قابل تحسین ہے۔ بل کہ اگر میں یہ کہوں تو کسی طرح سے بھی غیر مناسب نہ ہوگا کہ کلیات حسن کی اشاعت ایک تاریخ ساز کارنامہ ہے جو ہمارے فاضل مرتبین کو بھی ہمیشہ زندہ رکھے گا۔ دعا ہے کہ اللہ عزوجل ان کی اس خدمت کو شرفِ قبول بخشے اور ان کے لیے توشہ آخرت بنائے نیز یہ بھی دعا ہے کہ وہ ہماری جماعت کو اِن جیسے مزید جواں عمر، جواں حوصلہ، جواں امنگ اور فعال و متحرک نوجوان عطا فرمادے تاکہ وہ نادر و نایاب اور قیمتی اثاثے جو الماریوں میں بند رکھے ہوئے ہیں عوام و خواص کے خوانِ مطالعہ کی زینت بن سکیں۔ آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ و آلہ وصحبہ افضل الصلاۃ والتسلیم۔

(محررہ: ۱۱ محرم الحرام ۱۴۳۴ھ بمطابق ۲۶ نومبر ۲۰۱۲ء بروز پیر)

***

"کلیاتِ حسن" اور "رسائل حسن" کے شائقین دونوں کتابیں ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کے مکتبہ سے خرید سکتے ہیں۔ فون ۰۲۱-۳۲۷۲۵۱۵۰

۳۳ویں سالانہ انٹرنیشنل امام احمد رضا کانفرنس

رپورٹ: **رضوانہ سحر** (ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا، پاکستان)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

قارئین کرام!

اعلیٰ حضرت امام اہلِ سنّت مولانا شاہ احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ کے ۹۴ویں یوم وصال پر ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا کراچی کی جانب سے ۳۳ویں عظیم شان کانفرنس بروز جمعرات ۲۳ مئی ۲۰۱۳ء بمطابق ۱۲ رجب المرجب ۱۴۳۴ھ جامعہ کراچی کے، شیخ زید اسلامک سینٹر، میں منعقد کی گئی۔

اس کانفرنس کے مہمان خصوصی محترم جناب محمد میاں سومرو صاحب (سابق صدر و چیئر مین سینٹ حکومتِ پاکستان) تھے اور صدرِ محفل محترم پروفیسر ڈاکٹر محمد قیصر (وائس چانسلر، جامعہ کراچی) جبکہ خطبہ استقبالیہ صاحبزادہ سید وجاہت رسول قادری (صدر ادارہ) نے پیش کیا۔ کلمات تشکر الحاج محمد رفیق پردیسی برکاتی (چیئر مین ادارہ) نے ادا کیے۔ جبکہ ادارہ کی جانب سے خصوصی دعوت پر انڈیا سے نبیرہ اعلیٰ حضرت مولانا شاہ منان رضا خان صاحب نے شرکت کی اور محفل کے اختتام پر خصوصی دعا فرمائی۔

۳۳ویں امام احمد رضا کانفرنس میں آپ کی حیات، تصنیفات اور تحقیقات کے حوالے سے نامور محققین نے اپنے اپنے مقالات عربی، انگریزی اور اُردو زبانوں میں پیش کیے اور مقالہ نگار خواتین و حضرات نے اپنے خیالات کا اظہار کچھ اس طرح سے کیا۔

حضرت امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ کی شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں آپ بیسویں صدی کے آخر اور اکیسوی صدی کے ابتدائی دور کا بغور غیر جانبداری سے جائزہ لیں تو یقیناً اہلِ علم حضرات کے سامنے بغیر کسی شک و شبہ کے عرب سے عجم تک اور یورپ سے افریقہ تک علوم اسلامی کے حوالے سے جو کچھ تحقیقی و تجدیدی کام ہوا یا ہو رہا ہے (مطبوعہ اور غیر مطبوعہ) اس کا بیشتر حصہ آپ کی شخصیت اور تصانیف کا مرہون منت ہے۔

کیونکہ علوم اسلامی کا کوئی موضوع ایسا نہیں جس پر اعلیٰ حضرت نے اپنی نایاب و بے مثال تحریر نہ چھوڑی ہو، اس طرح کا تجزیہ یقینی اعتبار سے وزن رکھتا ہے، وہ نہ صرف علوم اسلامیہ کے ایک عظیم موحد، محدث، مفسر، محقق، مبلغ، ایک بہترین شاعر ہونے کے ساتھ ساتھ بلند پایا فلسفی اور سیاسی مفکر بھی تھے اور اپنے دور کے بہترین قانونِ ساز اور بین الاقوامی مسائل پر گہری نظر رکھنے والی شخصیت کے حامل تھے۔

ان خیالات کا اظہار کانفرنس میں آنے والے محترم مقالا نگار حضرات نے کیا جن میں

(۱) محترم جناب علامہ عبد اللہ المدنی (مدینہ منورہ)

(۲) ڈاکٹر مہربان باروی (فاضل دمشق، شام)،

(۳) محترم علامہ عبد النبی حمیدی (جوہانس برگ، ساؤتھ افریقہ)،

(۴) محترم پروفیسر دلاور خاں (جوائنٹ سکریٹری ادارہ)،

(۵) محترم علامہ عامر اخلاق صدیقی شامی (نائب صدر ادارہ) اور

(۶) محترمہ پروفیسر ڈاکٹر تنظیم الفردوس (شعبہ اردو، جامعہ کراچی) شامل تھے۔

اس ۳۳ ویں کانفرنس میں، بین الاقوامی شہرت رکھنے والی، جلیل القدر شخصیات نے شرکت کیں جن میں ڈاکٹر ابو بکر صدیق صاحب، عبد المالک قادری صاحب، محترم پروفیسر ڈاکٹر علامہ کوکب نورانی صاحب، علامہ مولانا مفتی جمیل احمد نعیمی صاحب (ناظم تعلیمات دارالعلوم نعیمیہ، کراچی)، محترم ثروت اعجاز قادری (قائدِ پاکستان سنی تحریک)، حاجی حنیف طیب (چیئر مین المصطفیٰ ٹرسٹ)، مولانا عبد القادر باپو (نائب اعلیٰ تنظیماتِ اہلِ سنّت)، مفتی وسیم قادری ضیائی (ناظم تعلیمات مدارس برکاتیہ، پاکستان) و دیگر معزیز مہمانانِ گرامی نے نہ صرف شرکت فرمائی بلکہ اپنے سنہری الفاظ سے حضرت امام احمد رضا خان بریلوی علیہ الرحمۃ کو خراجِ عقیدت بھی پیش کیا۔

***

دُور و نزدیک سے

خطوط، ای میلز و پیغامات

❑ **صاحبزادہ سید وجاہت رسول قادری**، صد ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا (انٹرنیشنل)

محترم المقام پیرزادہ اقبال احمد فاروقی زیدہ عنایتہٗ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

"مکتوبات ڈاکٹر مختار الدین احمد (علی گڑھ) بنام پیرزادہ اقبال احمد فاروقی (مرتبہ محمد عالم مختارِ حق) قاصد نے آپ کی طرف سے "پئے دوستاں ارمغانے برم" کہہ کر پیش کی۔ کتاب دیکھ کر طبیعت مچل گئی چیدہ چیدہ جگہ سے مطالعہ کیا۔ معاً حافظ شیرازی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ شعر زبان پر آگیا۔

ولم از پردہ بشد دوش کہ حافظ می گفت

اے صبا نکہتے از کوئے فلاے یمن آر

آپ پر سلام ہو اور آفرین ہو کہ آپ اسلافِ کرام کی یہ نکہتیں نہ جانے دور و نزدیک کے کن کن اماکن سے پیک صبا کے کاندھوں پر منگوا کر اہلِ علم و محبت کے کوچوں تک ایک مدت سے پہنچا رہے ہیں اور ان کے دلوں کو معطر اور شاد کر رہے ہیں۔

کلکِ تو بارک اللہ در ملک و دین کشادہ

صد چشمہ آبِ حیواں از قطرۂ سیاہی

بلاشبہ آپ نیکی کے معلم ہونے میں اس آیت مبارکہ کی تفسیر ہیں "وَجَعَلَنِي مُبَارَكًا أَيْنَمَا كُنتُ" دل تو یہی چاہ رہا ہے کہ پوری کتاب کا غائر مطالعہ کیا جائے پھر ڈاکٹر مختارالدین احمد مرحوم کے مکاتیب پر ایک بھرپور تبصرہ تحریر کیا جائے لیکن فقیر ہیچمدان کی صحت مانع آتی ہے یہ مجموعہ مکتوبات معلومات کا ایک خزانہ ہے جس زاویئے سے بھی آپ دیکھیں: کاش کہ ۱۹۶۴ء سے ۱۹۹۱ء تک کے مکاتیب بھی بازیاب ہو جائے تو تہہ زمین چلے جانے والے بہت سے راز منکشف ہو جائے جس کا اہلِ سنّت، بالخصوص رضویات اور ادبیات سے گہرا تعلق تھا۔ بہر حال مرضی مولیٰ از ہمہ اولیٰ محترمی محمد عالم مختار حق زید مجدہٗ نے ان کی ترتیب و پیشکش میں بڑی محنت کی ہے وہ بھی قابل مبارک باد ہیں کہ انہوں نے ایک عظیم خزانے کو آپ سے حاصل کر کے اہل علم تک پہنچایا۔

کلکِ تو خوش نو پسند در شان یار و اغیار

تعویذِ جانفزائی افسونِ عمر کاہی

ڈاکٹر مختار الدین احمد آرزو مرحوم ایک محقق اور متعدد زبانوں کے عالم ہونے کے علاوہ ایک ادیب اور شاعر بھی تھے۔ زیر نظر مکتوبات میں ان کی یہ شان اور ان کی شخصیت کے مختلف پہلو قاری کے سامنے نمایاں طور پر سامنے آتے ہیں۔ لیکن راقم فی الوقت محض اس کے ایک گوشے کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہے:

"ڈاکٹر مختار الدین کے مکتوبات میں انشا پردازی کی خوبیاں"

ایک انگریز رائیٹر ڈراؤ تھی آسبرنی لکھتا ہے کہ خطوط ایسی بے تکلف اور آسان زبان میں لکھنے چاہیے جیسے ہم آپس میں بات چیت کر رہے ہوں، یہ نہ ہو کہ خطوط پڑھتے وقت ایسا لگے جیسے ہم کوئی دھواں دار تقریر سن رہے ہیں یا مشکل الفاظ سے وہ اسقدر بوجھل ہوں کہ طلسمات بن کر رہ جائیں۔ (اے۔ آر۔ ڈبلیو، ریمنرے، انگلش لیٹر رائیٹر، ص۸)

اگر بغور دیکھا جائے تو زیر نظر مکتوبات کی زبان اس کی آئینہ نظر آتی ہے۔ ڈاکٹر صاحب کے مکتوبات کی تحریر تصنع و تکلف کے غازہ سے مبّرا اور سعی و اہتمام کی زیب و زینت سے پاک دکھائی دیتی ہے۔ گویا وہ فطرت کے سانچے میں ڈھلی ہوئی ویسی ہی نظر آتی ہے جیسی وہ ہے۔ زیر نظر خطوط میں غالؔب کے خطوط کی جھلکیاں جابجا نظر آتی ہیں۔ اردو میں مکتوب نگاری کی ابتداء کا سہرا غالؔب (دسمبر ۱۷۹۷ء، ۱۵؍ فروری، ۱۸۶۹ء) کے سر ہے۔

غالؔب کے بعد اردو ادب میں ایک اچھی روایت کا آغاز یہ ہوا کہ خطوط روز مرہ زبان میں رکھنے اور انہیں محفوظ کرنے کا رواج پڑا۔ جس نے اردو زبان

وادب کے فروغ پر مثبت اثرات ڈالے۔ جن بعض اہم علمی وادبی شخصیات کے مجموع کتابی شکل میں منصۂ شہود پر آئے ان کی ایک طویل فہرست ہے۔ چند اہم نام یہ ہیں:

سرسید احمد خاں، حالی، نواب محسن الملک، امیر مینائی، اکبر الہ آبادی، شبلی نعمانی، امام احمد رضا خاں قادری، سید سلیمان ندوی، عبد الماجد دریا آبادی، داغ دھلوی، حسن نظامی، علامہ اقبال، نیاز فتحپوری، مولوی عبد الحق، شیر احمد صدیقی، ابوالکلام آزاد، ڈاکٹر محمد مسعود احمد نقشبندی اور اب ڈاکٹر مختار الدین احمد۔

ڈاکٹر مختار الدین احمد صاحب کے خطوط پڑھ کر راقم نے چند خصوصیات محسوس کی ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں آپ کسی فاضل نوجوان اس پر لکھنے کی ترغیب دیں تو ان مکتوبات کے حوالے سے ایک اچھا تبصرہ سامنے آجائے گا۔ مثلاً:

(۱)۔ اندازِ مکالمت:

ڈاکٹر صاحب کے خطوط بعض جگہ غالب کے طرز پر اندازِ مکالمت کی جھلک دکھائی پڑتی ہے مثلاً ص ۵۰ پر ایک مکتوب میں تحریر کرتے ہیں:

''جواہر البیان فی ترجمۃ خیرات الحسان سامنے رکھی ہوئی ہے جلد توجہ کروں گا، آپ نے ملک العلماء کے چند مکاتیب برائے اشاعت طلب کئے تھے۔ شرط یہ تھی کہ ایک مضمون کے خطوط ہوں، یہ ممکن نہیں، آپ فرمائیں تو دس، پندرہ متفرق خطوط بھیجدوں، آپ جہانِ رضا میں شائع کردیں، ابتداء میں آپ کا ایک نوٹ آجائے تو بہت اچھا ہے۔

(۲)۔ جدّت و تنوع:

ڈاکٹر صاحب وسیع المطالعہ جدید اور بین الاقوامی محقق ہیں۔ وہ فرسودہ انداز میں کوئی بات تحریر کرنے سے عموماً گریز کرتے ہیں، یہاں تک کہ مکتوب الیہ کو نئے نئے انداز میں خطاب کرتے ہیں اور اختتامی ودعائیہ کلمات میں بھی تنوع پایا جاتا ہے۔ ملاحظہ ہو:

(۱)۔ فاروقی صاحب مکرم! السلام علیکم (ص۳۸)

۔۔۔ محترمی جناب پیرزادہ اقبال احمد فاروقی صاحب، السلام علیکم، (ص۴۳)

۔۔۔ ''میرے محترم! السلام علیکم'' (ص۴۸)

۔۔۔ ''شفیق مکرم''، السلام علیکم، (ص۱۳۹)

۔۔۔ جناب فاروقی صاحب آپ بھی اس موسم میں اپنا خیال رکھیں اور ہو سکے تو جلد جواب دیں۔'' (ص۱۱۴)

۔۔۔ جہانِ رضا کہ تازہ شمارے میں آپ مضامین بہت اچھے تھے، پُر معلومات اور ایمان افروز کیسے کیسے صالح بندوں اور برگزیدہ لوگوں سے آپ نے ملاقات کرادی۔ جزاک اللہ بے تکلفی وسادگی اور سلاست یہ سلسلہ جاری رہے، والسلام'' (ص۱۲۰)

۔۔۔ ''بھائی اپنی کتاب اگر مقدور ہو تو خود چھپوانی چاہئے تاکہ فراخدلی سے احباب کو بھیجی جاسکے کتاب کی ترتیب و تہذیب اگر پسند آئی تو سمجھوں گا کہ محنت سوار لگی'' (ص۱۲۳)

(۳)۔ ایسے نمونے زیرِ نظر مکتوبات میں جابجا ملتے ہیں صرف ایک مثال پر اکتفا کرتا ہوں:

''ہاں بھئی ایک کام کردیجئے۔ کبھی اورنیٹل کالج آپ کا جانا ہو تو ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی صاحب سے کہیے کہ ''نذرِ وحید قریشی'' کا جو نسخہ انہوں نے بھیجا تھا وہ ایک دوست اٹھالے گئے اور بظاہر واپسی کی کوئی امید نہیں، ان سے ایک نسخہ حاصل کرکے آپ بھیجدیں، وہ کہاں پارسل بناتے پھریں گے'' (ص۱۳۲)

(۴)۔ ڈاکٹر مختار الدین احمد صاحب کی ایک خوبی یہ بھی ہے کہ وہ دورانِ تحریر ذاتی احوال اور ماحول کی جزئیات بے تکلفی وبے ساختگی کے ساتھ بیان کرجاتے ہیں یہ سب جمع کیا جائے تو ان کی سوانح حیات کا منظر نامہ سامنے آسکتا ہے۔

''محترمی جناب پیرزادہ صاحب السلام علیکم، اردو انسائیکلوپیڈیا کی دونوں جلدیں ملیں اور بحفاظت تمام ملیں، ممنون ہوا اور محمد عالم مختار حق صاحب کا احسان مند کہ انہوں نے بہت قیمتی کتاب بھیجی، اتنی قیمتی کہ اگر پہلے مجھے اطلاع مل جائے تو شاید میں انہیں روک دیتا۔ اب یہ بتائے کہ اس کی تلافی کیسے کی جائے!'' (ص۱۴۵)

''ڈاکٹر صاحبان کا آرام اور پرہیز پر بڑا اصرار ہے پھر بھی کوشش کروں گا کہ ایک مختصر سی تحریر آپ کے پاس بھیجدوں'' (ص۵۰)

”جن مرشدزادے کا آپ نے ذکر کیا ہے وہ ایک سلسلہ میں یہاں تشریف لائے۔ مدعو کرنے والوں کے یہاں مقیم رہے۔ ایک جگہ دعوت پر تشریف لے گئے، واپس آئے تو عقید تمندوں کا ہجوم جمع تھا۔ لوگ نذریں پیش کرتے رہے دعائیں کراتے رہے وہ تعویذ دیتے رہے حلقۂ ارادت میں لوگوں کو داخل کرتے رہے۔ میں اس زمانے میں بستر علالت پر تھا حاضر نہ ہوسکا دست بوسی کے لیے، خیام تھا کہ اس شہر میں پہلی بار تشریف لائے ہیں، مجمعِ عقید تمنداں میں مجھم نہ پاکر استفسارِ حال کریں گے، عیادت کے لیے تشریف لائیں گے، مجمعِ عشاق انہیں کہاں اس کا موقع دیتا، ممکن ہے کسی نے کہہ دیا ہو وہ آج کل یہاں موجود نہیں“ (ص ۲۶۷)

ایک اور بات جو ان مکتوبات کا قاری، ڈاکٹر صاحب کی شخصیت کے حوالے سے محسوس کرتا ہے وہ یہ کہ ان پر علی گڑھ کے خیالات کی خاصی چھاپ نظر آتی ہے لیکن یہ آپ کا کمال ہے کہ آپ نے انہیں کمالِ حکمت عملی سے ”حیات ملک العلماء“ کے سہارے اپنوں میں لا کھڑا کیا اور آخری دور میں تو الحمدللہ وہ بہت قریب آگئے۔ احقر نے یہ چند تاثراتی جملے محض آپ کی دلجوئی کی خاطر تحریر کیے ہیں۔ امید ہے کہ آپ نشان زدہ نہج پر کسی فاضل سے مقالہ لکھوائیں گے اللہ تبارک و تعالیٰ صحت و عافیت کے ساتھ آپ کو طویل عمر عطا فرمائے اور دین و مسلک کی جو خدمات آپ انجام دے رہے ہیں اللہ تعالیٰ اس میں برکت عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فقیر کو اپنی خصوصی دعاؤں میں ضرور یاد رکھیں۔

حافظؔ خستہ باخلاص ثناخوانِ توباد
لطفِ عامِ توشفابخش ثناخوانِ توباد

کتبِ نو و رسائل

❑ لائبریری ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا میں موصول ہونے والے جرائد

النظامیہ، لاہور، مئی ۲۰۱۳ء، الاشرف، کراچی، مئی ۲۰۱۳ء، عقیدت، حیدرآباد، مئی ۲۰۱۳ء، الہام، بہاولپور، مئی ۲۰۱۳ء، نورالحبیب، بصیرپور، مئی ۲۰۱۳ء، پیغامِ اہلِ سنّت، فیصل آباد، مئی ۲۰۱۳ء، رضائے مصطفٰے، گوجرانوالہ، مئی ۲۰۱۳ء، فیض عالم، بہاولپور، مئی ۲۰۱۳ء، آستانہ، کراچی، مئی ۲۰۱۳ء، سنی دنیا، کراچی، مئی ۲۰۱۳ء، النظامیہ، لاہور، مئی ۲۰۱۳ء، الاحیاء، لاہور، مئی ۲۰۱۳ء، جامعہ ام الخیر، سکھر، مئی ۲۰۱۳ء، المظہر، کراچی، مئی ۲۰۱۳ء، آہنگ، کراچی، مئی ۲۰۱۳ء، جہانِ رضا، لاہور، مئی ۲۰۱۳ء، سوئے حجاز، لاہور، مئی ۲۰۱۳ء، اعلیٰ حضرت، بریلی شریف، مئی ۲۰۱۳ء، تاجدار یمن، نارووال، مئی ۲۰۱۳ء، زاویۂ نگاہ، کراچی، مئی ۲۰۱۳ء، دارالعلوم جامعہ اویسیہ رضویہ، مئی ۲۰۱۳ء، کنزالایمان، دہلی، مئی ۲۰۱۳ء، سہ ماہی مجلہ نظریات، لاہور، جنوری تا مارچ ۲۰۱۳ء، اہلِ سنّت، گجرات، مئی ۲۰۱۳ء، آوازِ حق، پشاور، مئی ۲۰۱۳ء، زاویۂ نگاہ، کراچی، مئی ۲۰۱۳ء، سہ ماہی مجلہ آگہی، سکھر، اپریل تا جون ۲۰۱۳ء، ۔ The Minaret, Karachi, May 2013

❑ رضویات کے حوالے سے جرائد و رسائل میں شائع ہونے والے مضامین و مقالات

(۱) ڈاکٹر محمد حسن قادری بریلوی: ”امام احمد رضا در تفصیلت“، ماہنامہ اعلیٰ حضرت، بریلی شریف، مئی ۲۰۱۳ء، ص ۳۱ تا ۳۵۔
(۲) قاری محمد مظفر اشفاقی: ”بارگاہ اعلیٰ حضرت میں مفتی اعظم راجستھا کی حاضری“، ماہنامہ کنزالایمان، جون ۲۰۱۳ء، دہلی، ۴۶ تا ۴۸۔
(۳) پیر محمد چشتی: ”مدارج العرفان فی مناجع کنزالایمان“، ماہنامہ آوازِ حق، پشاور (قسط وار)، ص ۲۹ تا ۳۸۔
(۴) ڈاکٹر پروفیسر محمد مسعود احمد: ”یادِ اعلیٰ حضرت“، ضیائے اسلام، جہلم، مئی مجلہ ۲۰۱۳ء، ص ۳۷ تا ۳۹۔
(۵) راجہ رشید محمود: ”اعلیٰ حضرت کی زمین میں (منقبت)“، ماہنامہ نورالحبیب، بصیرپور، مئی ۲۰۱۳ء، ۵ تا ۶۔
(۶) حضرت علامہ غلام جابر شمس مصباحی: ”حدائق بخشش کا اولین ایڈیشن“، ماہنامہ جہاں نما، اپریل رمئی ۲۰۱۳ء، ۳۶ تا ۴۱۔

مطبوعاتِ ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا

توجہ فرمائیں: ماہنامہ معارفِ رضا اور ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کی کتب لاہور میں مسلم کتابوی، داتا دربار مارکیٹ، گنج بخش روڈ، لاہور سے حاصل کی جاسکتی ہیں۔

نام کتاب	صفحات	قیمت (روپے)
سالنامہ معارفِ رضا (اردو) ۲۰۰۵ء	۳۸۰	۲۰۰
سالنامہ معارفِ رضا (اردو) ۲۰۰۶ء	۲۵۵	۱۵۰
سالنامہ معارفِ رضا (اردو) ۲۰۰۷ء	۲۹۰	۱۸۰
سالنامہ معارفِ رضا (اردو) ۲۰۰۹ء	۳۸۰	۲۵۰
سالنامہ معارفِ رضا (اردو) ۲۰۱۰ء	۳۹۰	۳۵۰
سالنامہ معارفِ رضا (اردو) ۲۰۱۱ء	۱۵۴	۲۰۰
معارفِ رضا سالنامہ (عربی) ۲۰۰۵ء	۲۳۰	۱۵۰
معارفِ رضا سالنامہ (عربی) ۲۰۰۷ء	۸۸	۱۵۰
معارفِ رضا سالنامہ (عربی) ۲۰۰۸ء	۱۶۰	۱۵۰
Maarif-e-Raza 2009 (English)	۱۴۴	۱۵۰
مجلّہ امام احمد رضا کانفرنس ۲۰۰۵ء	۷۲	۵۰
مجلّہ امام احمد رضا کانفرنس ۲۰۰۷ء	۹۸	۵۰
مجلّہ امام احمد رضا کانفرنس ۲۰۰۸ء	۹۶	۵۰
مجلّہ امام احمد رضا کانفرنس ۲۰۱۰ء	۴۰	۵۰
مجلّہ امام احمد رضا کانفرنس ۲۰۱۱ء	۴۰	۵۰
مجلّہ امام احمد رضا کانفرنس ۲۰۱۲ء	۴۰	۵۰
نزولِ آیاتِ فرقان۔ و۔ معین مبین	۱۰۴	۶۰
مولانا نقی علی خاں (پی ایچ ڈی مقالہ)	۲۲۵	۱۶۰
مکتوباتِ مسعودی (خطوط ڈاکٹر محمد مسعود احمد)	۵۹۸	۴۰۰
تذکرۂ اراکینِ ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا	۱۸۴	۸۰
۲۵ سالہ تاریخ وکارکردگی ادارہ	۵۶	۲۵
مختصر تعارف، مطبوعات وکارکردگی ادارہ	۵۶	۲۵
خلفائے محدثِ بریلوی	۱۵۶	۱۰۰
امام احمد رضا کی انشاپردازی (پی ایچ ڈی مقالہ)	۱۳۶	۱۰۰
ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا۔ ایک تعارف	۵۶	۴۰

نام کتاب	صفحات	قیمت (روپے)
اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی اور علمائے کوٹلی	۶۴	۶۰
جدید طریقۂ نعت خوانی تعلیماتِ رضا کی روشنی میں	۱۶	۲۰
اردو تراجم قرآن کا تقابلی مطالعہ	۸۰	۵۰
اشاریہ سالنامہ معارفِ رضا ۱۹۸۱ء تا ۲۰۰۶ء	۶۴	۱۰۰
رضویات۔ نئے تحقیقی تناظر میں	۱۶۰	۱۵۰
اردو نعت گوئی اور فاضل بریلوی (پی ایچ ڈی مقالہ)	۶۸۰	۴۰۰
دو مجدد اور پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد	۹۶	۶۰
لال قلعہ سے لال مسجد تک	۶۴	۵۰
تعلیمی افکارِ رضا پر تحقیق	۱۷۴	۱۵۰
پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد بلوچستان میں	۶۴	۵۰
امام احمد رضا اور علم صوتیات	۶۴	۵۰
الامام أحمد رضا خان وأثره في الفقه الحنفي	۴۰۰	۵۰۰
النثر الفنی	۱۶۵	۲۵۰
ثلاث رسائل فی التکافل الاجتماع	۱۵۰	۱۵۰
حیاۃ الامام أحمد رضا	۵۵	۷۰
Embryology	۵۵	۴۸
Hussam-ul-Haramain	۱۵۵	۱۰۰
حاشیہ جامع الافکار (از امام احمد رضا)		۴۰
تاجِ توقیت (از امام احمد رضا)		
امام احمد رضا بڑیچ افغانی (بزبان پشتو)		۲۰
الزبدۃ الزکیۃ فی تحریم سجود التحیۃ (عربی)	۱۶۰	۱۰۰
قبلہ نما (از امام احمد رضا)	۳۲۰	۲۰۰
رویت الہلال (۱۳۲۳ھ)	۲۰	۷۰
البدور فی اوج المجذور (۱۳۲۳ھ)	۳۲	۸۰
امام احمد رضا ڈیجٹیل لائبریری	۳ سی ڈیز	۱۵۰